رشوت خوری

عدل وانصاف کی بربادی اور ظلم کی روح خبیث کا سب سے بڑا سبب رشوت خوری ہے۔ عہد نبوت میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض محبت سے صحابہ کا معیار اخلاق نہایت بلند ہوگیا تھا۔ اس لیے رشوت خوری کی مثالیں نہیں ملتیں۔ تاہم جب کبھی کسی کے طرز عمل پر رشوت کا شبہ بھی ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تنبیہ فرماتے تھے۔ حکام وعمال کو اکثر رشوتیں نذر وہدیہ کے ذریعے سے دی جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا۔ آپ نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے واپس آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صدقے کا مال پیش کیا اور کہا اتنا مسلمانوں کا مال ہے اور اس قدر مجھے ہدیہ ملا ہے چونکہ اس قسم کا ہدیہ رشوت کا ذریعہ بن سکتا تھا اور اگر علانیہ اس کا انسداد نہ کیا جاتا تو اور لوگ بھی اس طریقے سے فائدہ اٹھاتے، اس لیے آپ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا: اس عامل کو دیکھو جو کہتا ہے کہ یہ مال مسلمانوں کا اور یہ مال میرا ہے۔ ذرا وہ اپنے گھر میں تو بیٹھ کے دیکھے کہ اس کے پاس ہدیہ آتا ہے یا نہیں؟ (صحیح مسلم جلد۲ ص۱۱۳)

(رسول رحمت، مولانا ابوالکلام آزادؒ، ص۷۰۹)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

راہِ الٰہی میں خرچ ایک نفع بخش تجارت

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن يوم يصبح العباد الا ملكان ينزلان فيقول احدهما: اللهم اعط منفقا خلفا ويقول الآخر. اللهم اعط ممسكا تلفا (۱۴۴۲ بخاری /کتاب الزکاۃ/ باب فاما من اعطی واتقی) (مسلم: ۱۰۱۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر دن صبح کو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک (یہ دعا کرتے ہوئے) کہتا ہے۔اے اللہ! مال خرچ کرنے والے کو اور عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! خرچ نہ کرنے والے کا مال تباہ کردے۔

تشریح: قرآن واحادیث میں متعدد مقامات پر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی اہمیت وافادیت اور فضیلت کا ذکر ہے۔اسی طرح مال نہ خرچ کرنے کی صورت میں یا مال کو روک روک کر اور سینت سینت کر رکھنے یا کسی بھی شکل سے اس کو دبا کر رکھنے پر سخت وعید آئی ہے۔

قرآن کریم نے انفاق فی سبیل اللہ کو ایک نفع بخش تجارت قرار دیا ہے اور وہ بھی ایسی تجارت جو اللہ کے ساتھ بغیر کسی واسطے کے کی جائے۔ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کی جانے والی کوئی بھی تجارت نقصان دہ ہو ہی نہیں سکتی ہے کیونکہ نہ اس میں کوئی غش ہے، نہ دھوکہ دھڑی، اور نہ ہی عہد و پیمان ٹوٹنے کا ڈر ہے اور نہ ہی اجرت ورنج نہ ملنے کا خوف، بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے، رنج ہی رنج ہے اور مال سے کئی گنا زیادہ فائدہ ہے جو دنیا کے کسی بھی بزنس میں نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی وقت کا کوئی قارون دے سکتا ہے۔ یہ تو بندے اور اس کے آقا کا مسئلہ ہے۔جس کی جزاء اور بدلہ صرف وہی دے سکتا ہے، جو بڑا مہربان، بڑا کریم اور بڑا ہی رحیم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ" (سورہ فاطر: ۲۹۔۳۰) جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی خسارہ میں نہ ہوگی تاکہ ان کو ان کی اجرتیں پوری دے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دے بیشک وہ بڑا بخشنے والا قدر دان ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا: وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (سبا: ۳۹) اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کروگے اللہ اس کا (پورا پورا) بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔اور سورہ الحدید میں ارشاد فرماتا ہے آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ" اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں (دوسروں کا) جانشین بنایا ہے پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں انھیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔

اسی طرح ذخیرۂ احادیث میں متعدد ایسی حدیثیں ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے مال خرچ کرنے کی تلقین فرمائی۔اور ساتھ ہی ساتھ اس کے بے شمار فوائد ومنافع اور اجر عظیم کا بھی ذکر فرمایا۔ایک موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہا ''**انفق بلال و لا تخش عن ذی العرش اقلالا**'' بلال! خرچ کرو اور عرش والے کی طرف سے کسی کمی کا خوف نہ کرو، دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کے صدقہ کی افزائش ایسے کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ ایک پہاڑ کے مانند ہوجاتا ہے۔راہ الٰہی میں خرچ کرنے کے بہت سارے فوائد ہیں اس کے ذریعہ تزکیہ نفس ہوتا ہے، اللہ کی غیبی مدد آتی ہے، قبر کی تپش کو بجھاتا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا شمار بروز قیامت ان سات خوش نصیبوں میں سے ہوگا جن کو عرش الٰہی کے نیچے جگہ نصیب ہوگی لہٰذا راہ الٰہی میں خرچ کرنے والے کو اس بات سے نہیں ڈرنا چاہیے کہ اس کے مال میں کمی ہوجائے گی یا وہ فقر وفاقہ کا شکار ہوجائے گا بلکہ اسے بلا خوف وخطر احادیث رسول ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے راہ الٰہی میں بے دریغ خرچ کرنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''**مانقصت صدقة من مال**'' صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اضافہ، بڑھوتری اور خیر وبرکت کا سبب بنتا ہے۔اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے اتنے سارے بھیڑ بکریوں کا مطالبہ کیا جس سے دو پہاڑوں کے بیچ کی خالی جگہ پر ہوجائے تو رسول اکرم ﷺ نے اس کے مطالبہ کو پورا کیا پھر جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹا تو کہنے لگا کہ اے میری قوم کے لوگو!''**فو الله ان محمدا ليعطى عطاء من لايخاف الفقر**'' تم سب اسلام قبول کرلو۔کیونکہ اللہ کی قسم، محمد ﷺ تو اس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے کبھی فقر وفاقہ کا کوئی خوف واندیشہ نہیں ہوتا۔چنانچہ ہم جب اس عظیم تجارت کے لئے آگے بڑھیں تو اس کے تقاضے کو ملحوظ رکھیں کیونکہ بہت ساری ایسی چیزیں جو اس عظیم تجارت کی روح کے منافی ہیں ان کے صدور سے ان کا اجر وثواب ضائع ہوجاتا ہے جیسے نیت میں کھوٹ، ریا کاری، شرک، احسان جتانا، مال دینے کے بعد واپس لے لینا یا اسی طرح ردی اور خراب چیزوں کو راہ الٰہی کے لئے منتخب کرنا یا بلاوجہ، کسی ضرورت کے بغیر، تشہیر کرنا وغیرہ ساری چیزیں جن سے اس عظیم تجارت میں کمی آجاتی ہے بلکہ بسا اوقات اس کے لئے پریشانی کا سبب بن جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ راہ الٰہی میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے اجر وثواب کو ضائع کرنے والی تمام چیزوں سے بچنے کی توفیق ارزانی بخشے۔آمین۔**وصلى الله على نبينا محمد سلم تسليما كثيرا**

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
شکر گزار بندے بنیں ۶
خشوع وخضوع نماز کی روح ۸
استقامت فی الدین کے نادر نمونے ۱۰
فطری اور شرعی حقوق ۱۳
نوجوانوں کی تربیت ۱۴
منشیات انسانیت کے لیے مستقل خطرہ ۱۸
محمد بن قاسم اور مذہبی رواداری ۲۲
کتاب مستطاب ''تذکرۂ علمائے اہل حدیث مئو'' ۲۳
آہ! حضرت مولانا محمد زکریا فیضی رحمہ اللہ ۲۵
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۲۷
جماعتی خبریں ۲۹
گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے ۳۱
اشتہار اہل حدیث منزل ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶ ۱۱۰۰۰
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

حق بیانی اور ہم

اگر انسان ایمان وتقویٰ اور فہم وفراست سے کام نہ لے تو ہر اصلاحی قدم بڑے فساد کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ اور ہر بناؤ کی کوشش بگاڑ کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔ کل مسئلہ ایمان واخلاص کا ہے۔ عمل میں ایمان واخلاص نیت کی کارفرمائی ہو تو نومیدی کے بے آب وگیاہ صحرا میں بھی شجر طوبیٰ اگایا جاسکتا ہے اور شعلہ کو شبنم بنایا جاسکتا ہے اور آذر کدہ گمرہی وشقاوت میں قندیل ہدایت وسعادت روشن کرنا ممکن ہوسکتا ہے لیکن اگر عمل کی عملداری میں متاع بے بہا ایمان واخلاص، حکمت وبصیرت اور علم ناپید ہو تو خوش گوار ماحول بھی مکدر ہوسکتا ہے اور امن وآشتی کی فضا بھی فتنہ وفساد کی آماجگاہ بن سکتی ہے۔ اس لئے کہ ایمان وتقوی اور حکمت انسان کو علم کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی عطا کرتا ہے جو اسے ہر موڑ اور گام پر کج فکری وکج ادائی سے روکتا ہے اور پیش آمدہ مسائل میں کتاب وسنت کو چراغ راہ بنانے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ہے اور سوچ سمجھ کر زبان کھولتا ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کے پیش نظر رہتا ہے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ''اور جس کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔'' (الاسراء: ۳۶)

اگر کسی مسئلہ ومعاملہ کے متعلق اظہار خیال کرتے وقت ایمان واخلاص اور بصیرت کی کارفرمائی نہ ہو تو ایسی صورت میں لاکھ ناپ تول کر بولا گیا کلمہ بھی باعث فتنہ اور ازدیاد شر کا باعث ہوسکتا ہے۔ جس طرح فتنوں کے اٹھنے کا سبب نہیں بننا چاہیے اسی طرح فتنہ وفساد یا کسی حادثہ وسانحہ کے وقوع پذیر ہوجانے کے بعد اسے مزید شر وفساد میں بدلنے کے کام سے بچنا چاہیے۔ یہی اہل ایمان اور اللہ والوں کا شیوہ اور اسلاف کرام کا اسوہ رہا ہے۔ پیش آمدہ مسائل ومعاملات پر تبصروں، تنقیدوں اور ہر کس وناکس اور ہر فرد کے اس میں کود پڑنے کی وجہ سے کام اور خراب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس سے نادانستہ طور پر ہی سہی طالع آزماؤں، فساد پھیلانے والوں اور خودغرض اور بیمار دلوں کی تشکیل وتسکین ہی نہیں ہوتی بلکہ ان کے مشن کو مواد مل جاتا ہے اور جواز فراہم ہونے لگتا ہے۔ وہ کسی کی ہمدردی اور کسی فریق کی طرف داری کے لیے جواز تلاش کر لیتے ہیں۔ پھر کلام نرم ونازک اور گرم گفتاری کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ پھر اس کے بطن سے بے شمار خرابیاں جنم لینے لگتی ہیں۔ ارباب حل وعقد اور اولیاء الامور کے لئے مشکلات کھڑی کرتی ہیں۔ اور معاملے کو اور پر پیچ بنادیتی ہیں۔ ایسے مسائل ومعاملات جن میں اہل علم

وبصیرت اور ارباب حل وعقد کو ہی رائے دہی کا اہل قرار دیا گیا ہے گو کہ وہ بھی صحیح وقت ومناسب حالات میں نہ ہو تو وہ بھی فتنے کا سبب بنتا ہے، ان میں حدثاء الاسنان اور سفہاء الاحلام کے بے ہنگم طریقے سے کود پڑنے کی وجہ سے سماج ومعاشرہ کا امن وسکون غارت ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑوں کی پگڑیاں اچھلنے لگتی ہیں اور ملت وجماعت کی ساکھ داؤں پر لگ جاتی ہے۔ اس لیے ایمان کے ساتھ عمل خالص اور علم کے ساتھ بصیرت کا ہونا ضروری ہے کیوں کہ ایمان واخلاص انسان کو شتر بے مہار بننے سے روکتا ہے۔ فتنہ انگیزی سے بچاتا ہے اور فتنہ وفساد کا ذریعہ بننے سے باز رکھتا ہے اور ہر اس معاملے میں کہ جس میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکنے کا شبہ بھی ہو تو وہ اس کو جادۂ حق پر ثابت قدم رکھتا ہے اور اسے اس بات کا پابند بناتا ہے کہ سماج ومعاشرہ میں اگر کوئی واقعہ یا حادثہ پیش آجائے جو ملی وجماعتی اہمیت کا حامل ہو تو اسے ملک وجماعت کے ارباب حل وعقد کی طرف احالہ کر دینا چاہیے وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النساء:۸۳) ''جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندے کو حق آگاہ اور حق کا گواہ بنایا ہے۔ اس تمغہ امتیاز کی حفاظت کرنی چاہیے اور ایسے معاملات میں دخل انداز نہیں ہونا چاہیے، جو اس سے متعلق نہیں ہیں اور جن کا وہ اہل نہیں ہے۔ نہ ہی وہ اس میں حکم ہے اور نہ ہی بطور گواہ طلب کیا گیا ہے۔ کم سواد، کم علم اور کج ادا بڑی کوشش کے باوجود کچھ پات سے نہیں بچ سکتا ہے، وہ ایمان کی ناپختگی اور علم وبصیرت کی کمی کے سبب بلاوجہ فریقین میں سے کسی فریق کا ہمدرد و پچھ لینے والا ہو جاتا ہے۔ اور اپنی عقل وفہم کے مطابق صغری وکبری ملا کر مضحکہ خیز نتیجہ نکالنے لگتا ہے جس سے معاملہ سلجھنے کے بجائے الجھ کر رہ جاتا ہے اور اس طرح سے فتنہ بازوں اور وقت کے بندوں کو کھیل کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے۔ جن کے کرتوت سے ملت وجماعت اور ملک وانسانیت کی بنی بنائی عزت وہیبت خاک میں ملتی نظر آتی ہے۔ اس لیے ایمان کی ڈگر پر اخلاص اور بصیرت وحکمت کے ساتھ گامزن رہنا چاہیے اور ایسے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے جو اس کے ذمہ اور بس میں نہ ہو۔ ایک مسلمان کو بہر حال اپنے متاع گراں مایہ وبے بہا ایمان کی فکر ہونی چاہیے۔ بقیہ اللہ اللہ خیر صلا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ہر معاملے میں رائے زنی کرنے اور ٹانگ اڑانے والوں کو رویبضہ قرار دیا ہے۔ فرمایا:

سیاتی علی الناس سنوات خداعات یصدق فیها الکاذب ویکذب فیها الصادق ویؤتمن فیها الخائن ویخون فیها الامین وینطق فیها الرویبضة ،قیل ما الرویبضة ،قال الرجل التافه یتکلم فی امر العامة. (احمد) ''لوگوں پر بہت سے سال ایسے آئیں گے جن میں دھوکہ ہی دھوکہ ہوگا۔ اس وقت جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا، بددیانت کو امانت دار تصور کیا جائے گا اور امانت دار کو بددیانت اور رویبضہ (گرے پڑے، نااہل لایعنی کام کرنے والے اور بے وقوف لوگ) قوم کی طرف سے بن بلائے نمائندگی کریں گے۔ عرض کیا گیا کہ رویبضہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ نااہل اور بے قیمت آدمی جو عام لوگوں کے اہم معاملات میں رائے زنی کرے۔''

ذوالخویصرہ کا ریمارک نعوذ باللہ مہاجرین اور انصار کے حق میں بمقابلہ طلقاء ومؤلفة القلوب اور حدیث العہد بالاسلام بظاہر کتنا مبنی برانصاف لگتا ہے۔ منطق تو یہی تھی اس کی کہ جنہوں نے اول یوم سے جان ومال کی قربانی دی، جسم وجان کھپایا، وطن گنوایا، اولاد کٹائے اور مال لٹائے وہ محروم کر دیئے جائیں اور گھروں کو خالی ہاتھ جائیں۔ اور یہ جن کی تلواریں ابھی کل تک مومنین کے سروں پر سونتی ہوئی تھیں۔ بلکہ ان کے خون سے نہائی ہوئی تھیں وہ مال وزر سے دامن بھر بھر کر گھروں کو جائیں۔ دراصل یہی سطحی سوچ ہر دور میں اور ہر معاملے میں فتنے کا سبب بنتی رہی ہے۔ اس لئے سید الاولین، امام المتقین اور رحمة للعالمین محمد ﷺ نے اس رویبضہ اور چوزہ وجرثومہ کو امت کے لئے سب سے زیادہ خطرناک قرار دے کر ہمیشہ اس سے بچتے رہنے کی تلقین وتاکید اور توضیح فرمائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور عظیم خلافت راشدہ کے خلاف بغاوت اور بلوہ صرف انصاف اور عدل کے نام پر برپا کیا گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے مصر، بصرہ، کوفہ وغیرہ میں انصاف پسند، عدل گستر اور انصاف پرور میدان میں کود پڑے۔ واقعے کے حقیقی شاہدین اور ارباب حل وعقد حتی کہ بعد میں خلیفہ راشد، صاحب عقل ورائے، واقف رموز سیاست وسیادت، مشکل ترین وقت میں باذن اللہ فتح وکامرانی سے سرشار کرنے والے اور ''اقضاهم علی'' کہ علی ہی سب سے بڑے عدل گستر اور ججمنٹ دینے والے کو بھی ان بلوائیوں نے مشکل میں ڈال دیا اور خوارج کی ایک مستقل جماعت بن گئی۔ جن کے اخلاص، امانت ودیانت، عبادت وقرأت قرآن اور صداقت کے سامنے بڑے بڑے صحابہ بھی اپنے آپ کو ہیچ گرداننے لگے۔ بھلا بتاؤ کہ ان کا جذبہ، ان کا مطالبہ اور ان کا جوش کس قدر حمیت وغیرت سے بھرا ہوا تھا حتی کہ محدثین اقدمین اور علمائے متقدمین ومتاخرین نے بھی ان کی سچائی کو چیلنج نہیں کیا۔ پھر بتاؤ کہ بایں ہمہ ان خوارج سے بڑھ کر بھی کوئی فرقہ پیدا ہوا جو ابتدا ہی سے

مسلمان اور اسلام کے لئے اتنا خطرناک وزہرناک واذیت ناک بنا ہو؟۔

صلح حضرت علی وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو سبوتاژ کرنے والے یہ خوارج ہی تو تھے جنہوں نے کمال اخلاص اور پیروی قرآن کا نعرہ لگا کر بے شمار فتنوں کا دروازہ کھولا اور معاملہ صلح وصفائی کے بجائے جنگ ولڑائی میں ایسا بدلا کہ جنگ جمل وصفین میں لاکھوں مسلمانوں کا خون ایک دوسرے کے ہاتھوں بے دریغ بہایا گیا۔اس لیے امت کے ہر فرد کو خواہ عالم ہو یا عامی ہر معاملے میں بے مہابہ کود پڑنے سے پرہیز کرنا چاہیے، ورنہ اصلاح واخلاص کا ہر قدم فساد وبگاڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔امام مالک کا واقعہ سامنے ہے،سعید بن جبیر، امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ اور دیگر اماماں دین ومجددین رحمہم اللہ اجمعین پر بے شمار مظالم ڈھائے گئے۔مگر وقت کے ائمہ وعلماء نے کبھی بھی کوئی فتنہ نہیں ہونے دیا اور نہ خود انہوں نے بایں ہمہ ظلم وستم اور حق صریح پر ہونے کے بیان بازی اور بغاوت کو روا رکھا بلکہ ان کی زبان سے ایک حرف بھی ایسا نہ نکلا جس سے شر وبغاوت کا شوشہ نکلتا ہو۔ان اسلاف کرام نے احتجاج ومظاہرہ تو کجا ادنی لب کشائی سے بھی حذر لازم پکڑا۔

اللہ کے رسول اکرم الخلق ﷺ کی عزت وناموس کی بات تھی، اہل بیت اطہار کا معاملہ تھا، شرافت وکرامت اور رفعت وبلندی میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے سے کون بڑھ سکتا ہے؟ ان کی عزت ووقار پر ساری انسانیت کی عزت وکرامت کو قربان کیا جاسکتا ہے۔

فان ابی ووالده وعرضی لعرض محمد منکم وقاء

”میں ہی کیا، میری عزت ہی کیا، ہمارے آباء واجداد کی عزت وناموس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے ڈھال اور اس پر قربان جائیں۔“

لیکن کیا آپ بتائیں گے کہ واقعۂ افک میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے بے خیالی میں اس معاملے کو ہلکے میں لیا، کے علاوہ کسی نے لب کشائی کی ہو، آپ کے مشورہ لینے اور تحقیق احوال کرنے پر بھی چند دبے لفظوں کے علاوہ کوئی تبصرہ وتائید کی ہو؟ منافقین اور رئیس المنافقین کی کھلی ریشہ دوانی پر ایک انصاری صحابی نے اشارۃً ان کی خبر لینے کی اجازت مانگی اور اس کی بھی اجازت نہ ملی اور نہ ہی کوئی عملی اقدام ہوا۔اگر ہوتا تو منافقین کو اور زیادہ واویلا مچانے اور گندگی پھیلانے کا موقع مل جاتا۔روئے زمین کے سب سے سنگین مسئلہ کو مسئلہ بنا کر کوئی احتجاج ومظاہرہ تو دور کی بات ہے ادنی لب کشائی وخامہ فرسائی کی جرأت کی ہو؟ ایک ماہ کی مدت کوئی کم تو نہیں ہوتی۔نساء عالم کو اگر اس طاہرہ وصدیقہ کی عزت وناموس پر قربان کردیا جائے تب بھی کم ہے، اس بیت النبوۃ والرسالۃ کی طرف غلطی سے کوئی انگلی اٹھ جائے یہ کیونکر گوارہ ہوسکتا ہے۔مگر قربان جایئے اس فہم پر، اس ڈسپلن پر اور صبر وضبط پر کہ کہیں سے کوئی مطالبہ تو دور کی بات ہے ادنی اشارہ بھی ہوا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت سے مشاورت پر تھوڑی لب کشائی کی وہ بھی معنی خیز مگر سادگی وصفائی کے ساتھ۔لیکن اس پر بھی یاروں نے پتہ نہیں کیا کیا شگوفے چھوڑے ہیں اور تل کو تاڑ بنایا ہے۔ **فهل من مدكر**

خود صدیق اکبر جو صدیقیت، صالحیت وصحابیت اور شہادت وتزکیہ کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور **صاحب البيت ادرى بما فيه** کے ساتھ اس جگر گوشہ ونور چشم کے والد بزرگوار ہی نہیں تربیت وتزکیہ کے امام وقت تھے، اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا حقیقی پرتو صدیق اکبر تھے تو ان حضرت ابوبکر اول المومنین وافضل العالمین بعد الرسل کے آغوش تربیت میں پروان چڑھنے والی، سید ولد آدم کی صحبت کیمیا اثر سے صدیقہ کبری بننے والی اور سات آسمانوں کے اوپر سے صدیقہ کا خطاب پانے والی عائشہ صدیقہ کے حق میں سب سے غیور اصحاب رسول خود صدیق اکبر کو غیرت کیوں نہ آئی۔ ہم مسلمانوں کو اپنے حکمرانوں، اپنے اولیاء الامور، اپنے بڑوں اور جماعتوں کے سلسلہ میں سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہیے، انفرادی بھی اور اجتماعی بھی۔

خصوصاً سلفی بھائیوں کو جن کے یہاں احتجاج ومظاہرہ اور کسی بات کو سنتے ہی انجمن آرائی وخامہ فرسائی کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔وہ تو عقیدتا ومنہجا اور عقلا وشرعا اخلاص وانصاف، صدق بیانی وحق گوئی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور **كلمة حق عند سلطان جائر** کے علمبردار ہیں لیکن **كلمة حق اريد به الباطل** کے طور پر نہیں اور نہ ہی غیرت وحمیت کے نام پر واویلا مچانے کے مجاز۔

دراصل دنیا کے اکثر ممالک بشمول ہندوپاک وغیرہ کے سلفیوں کا بہت سے معاملات میں منہج وعقیدہ محض نظریاتی، علمی وتصوراتی اور شعوری وغیر شعوری ہو کر رہ گیا ہے۔سعودی عرب میں علماء کی سلفیت کا اثر یہ ہے کہ اخوانی حضرات اور دیگر تحریکات اور تنظیموں سے متاثر حضرات بھی وہ مظاہرے، تبصرہ وتنقید کے رویے اور بے راہ روی نہیں اختیار کرتے جو بسا اوقات برصغیر وغیرہ کے مسلمان بلکہ متمسک و دیندار حتی کہ سلفی حضرات کر بیٹھتے ہیں حق بیانی کے نام پر، غلط باتوں کو برداشت نہیں کرسکنے کے نام پر، شاہد عدل بن کر خواہ مدعی سست گواہ چست کا مقولہ ہی ان پر صادق آئے، کبھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نام پر اور کبھی عدل پروری کے نام پر۔اے کاش کہ ہم سمجھتے کہ برداشت تو غلط باتوں اور رویوں پر ہی کیا جاتا ہے۔ہر معاملے میں اور ہر کس وناکس اور ہر جگہ پر قوت برداشت سے کام نہ لیا جائے اور حق بیانی کے نام پر بے جا تائید وتنکیر ہونے لگے تو آج جو دنیا کے غیر متعلقین سعودیہ پر بھونکتے ہیں ان کو کیا کہیں گے؟ دنیا کے کون سے مفسد اور فسادی ہیں جو انصاف کے نام پر بغاوت اور بلوہ نہیں کرتے ہوں۔ بلکہ وہ **انما نحن مصلحون** کے جذبے ونعرے سے فساد پھیلاتے ہیں اور **الا انهم هم المفسدون** کا مصداق ٹھہرتے ہیں۔پھر ہم انھیں غیر منہجی، بدعتی اور فسادی کیوں کہتے ہیں؟؟۔ ☆☆

شکر گزار بندے بنیں

مولانا خورشید عالم مدنی
پھلواری شریف، پٹنہ

قارئین مکرّم: انعام واحسان کے بدلے میں جو کلمات استعمال کیے جاتے ہیں اسے شکر کہا جاتا ہے۔ اور اللہ سے بڑا منعم ومحسن کون ہوسکتا ہے؟ اس کے اسماء حسنی میں سے ایک نام "منّان" ہے جس کا معنی ہی بڑا احسان کرنے والا، بڑی نعمتوں سے نوازنے والا، اپنے بندوں کو بخشش ونوازش سے سرفراز کرنے والا ہے۔ وہ ذات ہے جو مانگنے سے قبل عطا کرتا ہے اور جس کے اپنے بندوں پر بڑے احسانات ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے سب اسی کا دیا ہوا ہے۔ قرآن ناطق ہے وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (نحل:53) "اور تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں اسی اللہ کی جانب سے ہے"

اسی طرح وہ اللہ شکور ہے اور شاکر بھی۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک کسی کا عمل برباد نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کا ان گنت ثواب وبدلہ عطا کرتا ہے، وہ بندے کے قلیل عمل کو قبول کرتا اور اس کا کثیر ثواب عطا کرتا ہے، ایک نیکی کا دس گنا سے سات سو گنا ثواب دیتا ہے، پھر اس بندے کا تذکرہ فرشتوں کے درمیان کرتا ہے۔ اس کی شکر گزاری کا حال یہ ہے کہ بندہ دنیا میں چند سالوں تک اللہ کی عبادت واطاعت کرتا ہے اور اس کے بدلے میں وہ اس دنیا میں بھی اپنی نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:7) "اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا" اور اُس دنیا میں بھی اسے جنت کی نعمتوں سے سرفراز کریگا۔ عبادت چند سالوں کی محنت چند برسوں کی اور جنت کی نعمت ہمیشہ ہمیش کی "خٰلِدِيْنَ فِيْهَا" وہ اس (جنّت) میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

صحابہ کرام نے اللہ کی رضا کے لئے جب اپنے گھروں کو چھوڑا اور ہجرت کر گئے، تو بدلے میں اس نے صحابہ کرام کو دنیا کا مالک بنادیا اور فاتح بنادیا، وہ جہاں گئے عزت وتکریم نے ان کا استقبال کیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے قید وبند کی تنگی برداشت کی تو اللہ نے انہیں خزانہ کا مالک بنادیا۔ اس کی شکر گزاری کا یہ عالم ہے کہ اللہ نے ایک کتے کو پانی پلانے کے سبب فاحشہ عورت کی مغفرت کر دی (بخاری:3121) اسے بخش دیا جس نے راستے سے کانٹے دار درخت کو الگ کر دیا (بُخاری:652)

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں کچھ مخصوص احسانات کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو یہ یاددلایا ہے کہ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے تمہیں دین کی ہدایت، صراط مستقیم کی ہدایت، اللہ تک پہنچنے کے راستے کی ہدایت دی، کفر وشرک، معصیت سے محفوظ رکھنے کی نعمت سے نوازا يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (حجرات:17) "بلکہ اللہ تم پر احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی راہ دکھائی، اگر تم اپنے اسلام میں سچے ہو وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (حجرات:7-8) "لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنادیا ہے، اور تمہارے دلوں میں اس کی زینت وخوبی بٹھادی ہے، اور تمہارے لیے کفر اور نافرمانی اور گناہ کو قابل صد نفرت بنادیا ہے۔ یہی لوگ راہ راست پر گامزن ہیں۔ یہ اللہ کا فضل اور اس کی نعمت ہے اور اللہ بڑا جاننے والا، بڑی حکمتوں والا ہے"

غور فرمائیں! اگر ایمان کی دولت ہمیں نہیں ملتی تو ہم جہنم کے نوالہ بن جاتے، جنت کی لازوال نعمتوں سے محروم ہوجاتے، اللہ کی رضا حاصل نہیں ہوتی اور ہمارے اعمال عنداللہ مقبول نہیں ہوتے۔

اللہ کے گوناگوں عظیم احسانات میں سے دوسرا بڑا احسان انبیاء کرام کی بعثت کا ہے، اس لئے کہ ان تمام انبیائے کرام ہی نے توحید کی دعوت دی، عبادت خالص کا حکم دیا۔ اگر یہ انبیاء مبعوث نہ ہوتے تو ہمیں اللہ کی سچی وخالص عبادت کا انداز کون سکھلاتا؟ شرک کی شناعت سے کون ڈراتا؟ بدعات کی سنگینیوں سے کون متنبہ کرتا؟ اس اللہ نے اپنے خیر الانبیاء کو مبعوث کرکے اس امت کو معزز ومکرم بنایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران:164) "اللہ کا مومنوں پر یقیناً یہ احسان ہے کہ اس نے ان کے لیے انہی میں سے ایک رسول بھیجا" اسی طرح اللہ نے اپنے مومن بندوں کو جنت میں داخل کر کے اور جہنم سے نجات دے کر بڑا احسان کیا۔ جنتی اللہ کی اس عظیم نعمت اور احسان کو محسوس کریں گے اور یہ اعتراف کریں گے کہ وہ بڑا محسن ومہربان ہے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (طور:25,26,27,28) "اور وہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے آ کر

حالات دریافت کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم لوگ اس اخروی زندگی سے پہلے اپنے بال بچوں میں عذاب آخرت سے ڈرتے رہتے تھے، تو ہم پر اللہ نے احسان کیا اور ہمیں بدن جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچا لیا۔ ہم لوگ اس سے پہلے اسی کو پکارتے تھے، وہ بیشک بڑا احسان کرنے والا، بیحد رحم کرنے والا ہے"

یہ بندے کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا، اس کے احسانات و فیضانات کا احاطہ کرسکے۔ اسے حیطہ تحریر میں لاسکے وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (نحل:18) "اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو انہیں شمار نہیں کرسکو گے۔ بیشک اللہ بڑا مغفرت کرنے والا، بیحد رحم کرنے والا ہے" لیکن یہ بندے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی نعمتوں پر غور کرے اور اس کے احسان عظیم کا اعتراف بھی تاکہ اس کے اندر اللہ کی محبت وشکر کا جذبہ پیدا ہو، اس کا گھر جیسا بھی ہو اسے اللہ کی نعمت سمجھے اس لیے کہ اس دنیا میں ایسے بہت سارے لوگ ہیں جن کے پاس گھر نہیں، رہائش کا انتظام نہیں، وہ سڑکوں پر، چوراہوں پر، ہسپتالوں میں اور اسٹیشنوں پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ نے اگر پڑھنے کی نعمت علم سے نوازا ہے تو اس کا بڑا احسان ہے۔ ایسے بہت سارے لوگ ہیں جو کورا جاہل ہیں۔ اگر اللہ روزی دیتا ہے تو اس کا بڑا کرم ہے۔ ایسے بہت سارے لوگ ہیں جو سوکھی روٹی کے محتاج ہیں اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں میں اپنی روزی تلاش کررہے ہیں۔

صحت وعافیت بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی دعا مانگتے تھے "اللهم انی أسئلک العافية فی الدنیا و الآخرة" (ابو داود: 5074) اور عافیت کہتے ہیں: اللہ اپنے بندے کو ہر قسم کی آزمائش، عذاب، معصیت اور بیماریوں سے محفوظ رکھے اور ہر قسم کی برائیوں سے حفاظت فرمائے۔

صحت وعافیت بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دعا مانگتے تھے اور آپ یہ کہتے ہیں کہ اللہ اپنے بندے کو ہر قسم کی آزمائش عذاب مصیبت اور بیماریوں سے محفوظ رکھے اور ہر قسم کی برائیوں سے حفاظت فرمائے

نعمت صحت کا احساس اس وقت ہوگا جب آپ کسی ہاسپٹل میں چلے جائیں۔ وہاں کچھ ایسے ملیں گے جو کئی دنوں سے سوئے نہیں، کئی دنوں سے کھائے نہیں، کئی دنوں سے کروٹ نہیں بدلے۔ کچھ ایسے بھی جو آکسیجن پر ہیں، انتہائی نگہداشت یونٹ میں شیشے میں بند ہیں۔ کبھی ان جگہوں پر جائیں جہاں پوسٹ مارٹم ہوتا ہے، جہاں مردے کو غسل دیا جاتا ہے تو زندگی کی حقیقت سمجھ میں آجائے گی۔

شکر گزار بندہ بننے کے لئے اپنے اندر قناعت کا جذبہ پیدا کریں، دلوں کو حرص و ہوس سے پاک رکھیں اور ہمیشہ اپنی نگاہ اپنے سے کم تر غریبوں پر رکھیں، اگر کوئی شخص محنت ومزدوری کرکے دو کوڑی حاصل کرلیتا ہے تو وہ اپاہج معذور کو دیکھے اور پھر اس کے دل میں رب کی نعمتوں کی عظمت کا احساس ہوگا اور وہ ادائیگی شکر پر مجبور ہوگا۔

اپنی زبان سے نعمت کا اقرار واظہار کریں اور اللہ کی تعریف کریں۔ ایک شکر گزار بندہ کی یہی پہچان ہے کہ وہ زندگی کے کسی موڑ پر بھی اللہ کا شکوہ اور تقدیر کا گلہ نہیں کرتا، اپنی ناکامیوں کا ٹھیکرا دوسرے کے سر نہیں پھوڑتا، بلکہ اللہ تعالیٰ پر، اپنی تقدیر پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے ہر فیصلے پر وہ راضی ہوتا ہے اور بندہ کا یہ انداز اللہ کو بہت پسند ہے۔

زبان سے اظہار نعمت، دل میں اس منعم حقیقی کی محبت وعقیدت کا آخری تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنے اعضاء وجوارح سے اس منعم کے احکامات کی تابعداری کریں، اس کی دی ہوئی نعمتوں کا استعمال اس کی مرضی کے مطابق کریں مثلاً زبان اللہ کی بڑی نعمت ہے، اس کی شکر گزاری یہ ہے کہ ہم جھوٹ نہ بولیں، غیبت نہ کریں، بہتان نہ لگائیں، جھوٹی گواہی نہ دیں بلکہ ذکر الٰہی سے اپنی زبان کو تر رکھیں، سچ بولیں، شیریں زبان بنیں، شہادت حق، وعظ وارشاد دعوت دین میں اس کا استعمال کریں اور ادائیگی شکر کی توفیق کے لئے اللہ سے دعا کریں رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰٮهُ وَاَصۡلِحۡ لِىۡ فِىۡ ذُرِّيَّتِىۡ اِنِّىۡ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاِنِّىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ (احقاف:15) "میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو دیا ہے، اور ایسے نیک اعمال کروں جنہیں تو پسند کرتا ہے اور تو میری اولاد کو نیک چلن بنادے۔ میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور بیشک میں مسلمانوں میں سے ہوں"۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے۔ اللہ نے انہیں ایسی بادشاہی عطا کی جو کسی کو نہ ملی، صاحب علم تھے، اس کے باوجود وہ دعا فرمارہے ہیں "رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰٮهُ وَاَدۡخِلۡنِىۡ بِرَحۡمَتِكَ فِىۡ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيۡنَ (نمل:19)

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت فرمائی کہ وہ ہر نماز کے بعد اللہ سے یہ دعا ضرور مانگیں "اللهم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک (ابوداود:1522)" اے اللہ! تو میری مدد فرما اپنی یاد پر، (تیری نعمتوں کے) شکر پر اور تیری اچھی بندگی پر"

(جاری)

☆☆☆

خشوع وخضوع نماز کی روح

مولانا آصف تنویر تیمی
استاد جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

قرآن کریم میں مومنوں کے بہت سارے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، جن میں ایک خشیت الٰہی بھی ہے۔قرآن وحدیث میں اس وصف کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''یقیناً ان مومنوں نے فلاح پالی جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں''(المومنون:۱-۲)۔اللہ رب العزت کی خشیت، اس کا خوف اور اس کے لئے عاجزی اور انکساری ہر معاملے اور زندگی کے ہر شعبے میں مطلوب ہے بالخصوص نماز میں، جس کو آیت میں واضح کیا گیا ہے۔دلوں کی سختی یہودیوں کی پہچان ہے۔اس لئے ہمہ وقت ایک مسلمان کو اس مذموم صفت سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو حق (یعنی قرآن) نازل ہوا ہے، اسے سن کر نرم ہو جائیں، اور ان لوگوں کے مانند ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر ایک لمبی مدت گزر گئی، اس لئے ان کے دل سخت ہو گئے، اور (آج) ان میں سے اکثر فاسق ہیں''۔(الحدید:۱۶)

اس آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی رحمہ اللہ امام شوکانی اور امام ابن کثیر کے حوالے سے رقمطراز ہیں:''اس سے مقصود ایمان والوں کو یہ رغبت دلانی ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے، یا اللہ تعالیٰ کا ذکر آئے تو صداقت ایمانی کا تقاضا ہے کہ ان کے دلوں میں رقت وخشوع پیدا ہو۔حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کی نگاہ میں محبوب ترین لوگ تھے، اور وہ اللہ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے تھے، اور ان کے دلوں پر قرآن سن کر بہت زیادہ رقت وخشوع طاری ہو جاتا تھا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اس آیت میں کہا ہے کہ ذکر الٰہی سے ان کے دلوں پر کما حقہ خشوع طاری نہیں ہوتا، تو پھر دیگر مسلمانوں کو تو زیادہ ڈرتے رہنا چاہئے اور قرآن سن کر خشوع قلب کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے......آیت کے دوسرے حصہ میں مومنوں کو یہود ونصاریٰ کی طرح ہوجانے سے منع کیا گیا ہے، جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی طرح تورات وانجیل نازل فرمایا، لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ان کتابوں سے ان کا رشتہ کمزور ہوتا گیا، اور وہ انبیاء کی تعلیمات کو فراموش کرتے گئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے دلوں سے خشیت الٰہی جاتی رہی، ان میں سختی پیدا ہوگئی، اور انہوں نے تورات وانجیل کو بدل ڈالا، اور ان کے احکام پر عمل کرنا ترک کر دیا......اس آیت کریمہ میں مومنوں کو یہود ونصاریٰ کے مانند ہوجانے سے منع فرمایا گیا ہے جنہوں نے مرور زمانہ کے ساتھ معمولی دنیاوی فائدوں کے لئے اللہ کی کتاب کو بدل دیا، اسے پس پشت ڈال دیا، انسانوں کے خود ساختہ اقوال کو دین، اور اپنے علماء واحبار کو معبود بنالیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے دل سخت ہوگئے، اور اللہ کے کلام کو بدل دینا ان کی عادت بن گئی۔اس لئے اللہ نے مومنوں کو کسی بھی معاملے میں ان کی مشابہت سے روکا ہے''۔(تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن، ص۱۵۴۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ پس ان کے لئے خرابی ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے سخت ہوگئے ہوں، ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں''۔(الزمر:۲۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتار دیتے، تو آپ اسے (اللہ کے حضور) جھکا ہوا، اور اس کے خوف سے پھٹا ہوا پاتے، اور ہم یہ مثالیں انسانوں کے لئے اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں''۔(الحشر:۲۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے، پس وہ پتھر کے مانند ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت، اور بعض پتھر ایسے بھی ہیں جن سے نہریں جاری ہوتی ہیں، اور بعض ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، پھر ان میں سے پانی نکل آتا ہے، اور بعض ایسے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر جاتے ہیں، اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے''۔البقرۃ:۷۴) علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں کی سختی کو بیان کیا ہے کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔اور ان کے دل کی سختی کی مثال پتھر کی سختی سے اس لئے دی کہ پتھر لوہے اور رانگے سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے، کیوں کہ لوہا تو آگ میں پگھل جاتا ہے، پتھر نہیں پگھلتا، پھر اللہ نے بتایا کہ پتھر ان کے دلوں سے بہتر ہے، اس لئے کہ بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں جن سے نہریں جاری ہوتی ہیں، بعض پھٹ جاتے ہیں اور ان سے چشمے جاری ہوجاتے ہیں، اور بعض پتھر تو ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے ڈر سے اپنی جگہ سے لڑھکتے ہوئے نیچے آجاتے ہیں''۔(تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن، ص۴۷)

جن لوگوں کے دل دنیا میں اللہ کی یاد سے نہیں لرزتے قیامت میں وہ سارے لوگ ذلیل وخوار ہوں گے، اللہ کے ڈر اور خوف سے حواس باختہ ہوں گے۔اللہ تعالیٰ

نے ظالموں کے اس اخروی خوف کو بیان کیا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ﴾ (الشوری:۴۴/۴۵) اور جسے اللہ گمراہ کردے،اس کا اس کے بعد کوئی دوست نہیں،اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھ لیں گے،تو آپ انہیں کہتے ہوئے پائیں گے کہ کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے۔اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ آگ کے سامنے لائے جائیں گے،دراں حالیکہ وہ ذلت ورسوائی کے نیچے دبے ہوں گے،کنکھیوں سے (آگ کو) دیکھیں گے،اور اہل ایمان کہیں گے کہ بے شک گھاٹا اٹھانے والے تو وہ ہیں جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو گھاٹے میں ڈالیں گے،آگاہ رہئے کہ ظالم لوگ بے شک دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے"۔خشوع اور خضوع جنت میں جانے کا اہم ذریعہ ہے اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں سے متعلق فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ "بے شک جولوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا اور اپنے رب کے حضور خشوع وخضوع اختیار کیا وہی لوگ جنت والے ہیں،اور اس میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے"۔(ہود:۲۳)

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ایک مومن ہمیشہ اور زندگی کے تمام مراحل میں اللہ کی خشیت سے لرزہ بہ اندام ہوتا ہے لیکن خشیت کا سب سے زیادہ اظہار نماز میں ہوتا ہے۔جس میں خشوع اور خضوع کا تاکیدی حکم قرآن وحدیث میں موجود ہے۔جو نماز خشوع اور خضوع کے وصف سے خالی ہو وہ اللہ تعالی کے یہاں قابل قبول نہیں ہے۔جس کی نماز میں خشوع اور خضوع نہیں ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی دنیاوی بادشاہ کے سامنے ایسی ناکارہ چیز پیش کرے جسے دیکھ کر وہ ناراض ہو۔یہی مثال نماز کی ہے گویا ایک مسلمان رب ذوالجلال کے سامنے نماز کا تحفہ پیش کرتا ہے اور اسے چاہئے کہ نماز کو اس بہتر انداز میں پیش کرے جو ہر اعتبار سے کامل اور مکمل ہو۔اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہ ہو بالخصوص نماز خشوع اور خشوع کے وصف سے عاری نہ ہو۔امام ابن القیم جوزیہ رحمہ اللہ کے بقول جس طرح انسان کی زندگی کے لئے روح ضروری ہے اسی طرح نماز کی قبولیت کے لئے خشوع اور خضوع ضروری ہے۔(ملاحظہ کریں:مدارج السالکین:۱/۴۲۹)امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا:آدمی کے اسلام سے رغبت اور محبت کی پہچان اس کی نماز میں دلچسپی سے ہوتی ہے،یعنی جس قدر ایک شخص کا نماز سے لگاؤ ہوگا اسی قدر اس کا لگاؤ اسلام سے بھی ہوگا۔(طبقات الحنابلة:۱/۳۵۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ایک شخص نماز (پڑھ کر) واپس ہوتا ہے اور اس کو نماز کا دسواں،نواں،آٹھواں،ساتواں،چھٹا،پانچواں،چوتھا،تیسرا اور آدھا حصہ (ثواب) حاصل ہوتا ہے"(سنن أبو داود،حسنہ الألبانی،۷۹۶) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو نماز کا ثواب اس کے خشوع اور خضوع کے اعتبار سے ملتا ہے۔آدمی کا دل جس قدر نماز کی طرف آمادہ ہوگا اسی اعتبار سے وہ ثواب کا حقدار قرار ہوگا۔اس وقت اکثر لوگوں کی نماز بلا روح کے ہوتی ہے۔ان کا جسم تو مسجد میں ہوتا ہے مگر ذہن ودماغ کہیں اور سیر سپاٹا کررہا ہوتا ہے۔اسی وجہ سے نماز کا جو روحانی فائدہ پہنچنا چاہئے وہ نہیں ہو پاتا ہے۔

نماز کی روحانیت کو دیکھنے کے لئے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین اور محدثین کی نمازوں کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس انداز میں اس عظیم عبادت کو ادا کیا کرتے تھے۔مطرف بن شخیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:"جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے میں حاضر ہوا۔چکی کے چلنے کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلیجہ سے آواز نکل رہی تھی۔یعنی آپ رو رہے تھے"۔(رواہ النسائی،وصححہ الألبانی،۱۲۱۴)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز میں خشوع اور خضوع کو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں ان کو نماز کی امامت کا حکم دیا اس موقع سے صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:"ان أبا بكر رجل أسيف، ان يقم مقامك يبكي، فلا يقدر على القرأة"۔(صحیح بخاری ومسلم)"ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہیں،اگر وہ آپ کی جگہ (مصلی) پر کھڑے ہوں گے تو قراءت نہیں کرپائیں گے"۔عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کرایا کرتے تھے،عشاء اور فجر کی نماز میں سورہ یوسف کی تلاوت کرتے۔جب آپ اس قسم کی سورت پڑھتے تو مقتدی آپ کی پھنسی ہوئی آواز سنتے تھے۔عبداللہ بن شداد سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز کو سنا جب آپ اس آیت ﴿قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ (صحیح بخاری)

صحابہ کرام کی نماز میں خشوع اور خضوع کا عالم یہ تھا کہ میدان جنگ اور جسم سے خون جاری ہونے کے باوجود نماز سے الگ نہیں ہوتے تھے۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس مہاجر صحابی کا واقعہ بیان کیا ہے جنہوں نے بدن میں تین تیر لگنے کے باوجود نماز کو جاری رکھا۔پوچھے جانے پر بتلایا کہ میں ایسی سورت پڑھ رہا تھا جسے میں نے ادھورا چھوڑنا گوارہ نہیں کیا۔(سنن أبو داود،حسنہ الألبانی،برقم:۱۹۸) اسی نوع کا واقعہ امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن مسلم بخاری رحمہ اللہ کا ہے۔ایک مرتبہ دوران نماز بھڑ نے سترہ بار ان کو ڈنک مارا،پھر بھی نماز کو نہیں توڑا۔نماز سے جب فارغ ہوئے تو حاضرین سے کہا:دیکھو تو سہی کونسی چیز نماز میں مجھے تکلیف پہنچا رہی تھی۔

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

استقامت فی الدین کے نادر نمونے

مولانا محمد محب اللہ بن محمد سیف الدین الندوی

استقامت فی الدین یہ ہے کہ انسان اللہ کے تمام احکام، اوامر پر سیدھے جمے وڈٹے رہے، اس سے ادھر ادھر راہِ فرار نہ اختیار کرے بلکہ اس راہ میں جو مصائب ومشکلات ومسائل پیش آئیں۔ مخالفتیں ہوں ستایا جائے اس پر صبر کرلیا جائے اور حق سے منہ موڑنے کے بجائے اسی راستے پر ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھا جائے، علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے استقامت کی تعریف یوں بیان کی ہے "الاستقامة كلمة جامعة آخذة بمجامع الدين ،وهى القيام بين يدى الله على حقيقة الصدق والوفاء (تهذيب مدارج السالكين ۵۲۹)، لفظ استقامت ایک جامع کلمہ ہے جو دین کے تمام گوشے کو شامل ہے، یعنی صدق و وفا کے ساتھ اور صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکمل طور پر شریعت اسلامیہ پر عمل کیا جائے، استقامت پر بہت ساری آیتیں موجود ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ (سورۃ السجدۃ:٦) فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (سورۃ ہود:١١٢)

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (سورۃ الشوری: ١٥) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے استقامت اختیار کرنے والوں کو بشارت دی اور کہا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (سورۃ حم السجدۃ: ٣٠) ترجمہ: واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جسکا تم وعدہ کئے گئے ہو۔

اس آیت کے سلسلے میں ابن جریر الطبری لکھتے ہیں کہ "تلا عمر رضى الله عنه على المنبر (ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا) قال : استقاموا ،ولله بطاعته ،ولم يروغوا روغان الثعلب "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا رب تعالیٰ کی قسم استقامت اختیار کرنے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئے، اور لومڑیوں کی طرح اِدھر سے اُدھر دوڑتے نہ پھرے۔ (بحوالہ تفسیر الطبری)

ایک صحابی (سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے ایسی بات بتلادیں کہ آپ کے بعد کسی سے مجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قل آمنت بالله ثم استقم (صحيح مسلم) ترجمہ : کہہ اللہ پر ایمان لایا پھر استقامت اختیار کر۔

بے نظیر عزیمت واستقامت کی چند مثالیں:

واقعہ اصحاب الاخدود

گزشتہ زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کا ایک کاہن تھا، اس نے کہا مجھے ایک ذہین وفطین لڑکا دیجئے جسے میں اپنے مرنے سے پہلے اپنا علم سکھادوں، بادشاہ نے ایک لڑکا چن کر اسکے پاس بھیج دیا وہ لڑکا اس کے پاس جانے لگا، اس کے راستہ میں ایک گرجا تھا جسمیں ایک راہب (عابد وزاہد) رہتا تھا، لڑکا اس کے پاس بھی جانے لگا، کچھ دنوں کے بعد راہب نے اسے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے لڑکا اس کے پاس دیر تک رہنے لگا، اور کاہن کے سے پاس جانے میں دیر کرنے لگا، کاہن نے اس کے گھر والوں کو خبر بھیج دی کہ وہ دیر سے آیا کرتا ہے، اور میرے پاس بہت کم وقت رکتا ہے، جب لڑکے نے راہب کو یہ بات بتائی تو اس نے کہا- کاہن کو کہہ دیا کرو کہ گھر میں تھا اور گھر والوں سے کہہ دو کہ میں کاہن کے پاس تھا، ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک شیر نے لوگوں کی راہ روک رکھی ہے، اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اسے مارا کہ اے اللہ اگر کاہن کی بات صحیح نہیں ہے تو تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میں اس شیر کو قتل کردوں۔ اور اگر کاہن کی بات صحیح ہے تو شیر اس پتھر سے نہ مرے، چنانچہ شیر مر گیا لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ لڑکے کے علم وعرفان کا اعتراف کرلیا ایک اندھا اس لڑکے کے پاس آیا، اور کہا کہ میری بصارت واپس آجائے گی تو میں تمہیں ایسا ایسا بدلہ دوں گا لڑکے نے کہا مجھے تم سے اسکا کوئی بدلہ نہیں چاہئے، سوائے اس کے کہ تم اس اللہ پر ایمان لے آؤ جو تمہاری بصارت لوٹا دے گا، اس نے کہا ٹھیک ہے لڑکے نے دعاء کی اور اس کی بینائی واپس آگئی تو وہ اللہ پر ایمان لے آیا، بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے راہب، سابق نابینا اور لڑکا تینوں کو اپنے دربار میں بلایا اور راہب اور سابق نابینا کو آری سے دو ٹکڑے کردیا، اور لڑکے کے بارے میں حکم دیا کہ اسے اونچے پہاڑ سے نیچے گرادیا جائے، جب لوگ اسے لے کر پہاڑ پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک ایک کر کے سبھی نیچے گر کر ہلاک ہوگئے اور لڑکا واپس آگیا، بادشاہ نے دوبارہ حکم دیا کہ اسے سمندر میں ڈبو دیا جائے لوگ اسے لیکر سمندر میں گئے اللہ کا ایسا کرنا ہوا کہ سب ڈوب گئے اور لڑکا بچ گیا، تب اس نے بادشاہ سے کہا کہ تم مجھے ایک ہی صورت میں مار سکتے ہو کہ مجھ پر تیر چلاتے وقت "بسم اللہ ربّ ہذا الغلام" کہو یعنی، اس اللہ کے نام سے اسے مارنا چاہتا ہوں جو اس لڑکے کا رب ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا تو لڑکا مر گیا، جب لوگوں نے دیکھا تو بیک آواز سب کہنے لگے کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے، بادشاہ نے جب دیکھا کہ لوگ گروہ در گروہ ایمان لا رہے ہیں، تو اس نے ایک آگ جلائی اور تمام لوگوں کو اس کے پاس جمع کیا، اور ہر اس شخص کو اس میں

ڈالنے لگا جو اپنے نئے دین سے نہیں پھرتا تھا۔ صہیب کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے " قتل اصحاب الاخدود " سے "العزیز الحمید" تک تلاوت کی اور کہا کہ ان آیتوں میں یہی واقعہ بیان کیا گیا ہے ۔ (بحوالہ تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن صفحہ نمبر 1721)

مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر جو مظالم وشدائد ڈھائے ہیں ان کے ذکر سے روح کانپ اٹھتی ہیں، ان کے استقامت فی الدین اور ثبات علی الحق کے واقعات کو پڑھکر ایمان کو تازگی وجلاء ملتی ہے، علامہ قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے کہا کہ " غرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ صرف اسلام کی صداقت ہی ان کا مقابلہ کرسکتی تھی، پہلی امتوں نے تو کھوٹے روپے لیکر انبیاء کو گرفتار اور قتل تک کرا دیا تھا، علامہ شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے کہ "بہر حال قریش نے جور وظلم کے عبرتناک کارنامے شروع کئے جب ٹھیک دوپہر ہوجاتی تو وہ غریب مسلمانوں کو پکڑتے، عرب کی تیز دھوپ ریتیلی زمین کو دوپہر کے وقت جلتا توا بنا دیتی ہے، وہ ان غریبوں کو اسی توے پر لٹاتے، چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے کہ کروٹ نہ بدلنے پائیں بدن پر گرم گرم بالو بچھاتے، لوہے کو آگ پر گرم کرکے اس سے داغتے، پانی میں ڈبکیاں دیتے، یہ مصیبتیں اگرچہ تمام بے کس مسلمانوں پر عام تھیں لیکن ان میں جن لوگوں پر قریش زیادہ مہربان تھے، ان کے نام یہ ہیں:

حضرت خباب بن الارت تمیم کے قبیلہ سے تھے، جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کردیئے گئے تھے، ام انمار نے خرید لیا تھا یہ اس زمانے میں اسلام لائے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم کے گھر میں مقیم تھے، اور صرف چھ سات شخص اسلام لا چکے تھے، قریش نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، ایک دن کوئلے جلا کر زمین پر بچھائے، اس پر چت لٹایا، ایک شخص چھاتی پر پانوں رکھے رہا کہ کروٹ نہ بدلنے پائیں، یہاں تک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہوگئے، خباب رضی اللہ عنہ نے مدتوں کے بعد جب یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا تو پیٹھ کھول کر دکھائی کہ برص کے داغ کی طرح بالکل سپید تھی، حضرت خباب رضی اللہ عنہ جاہلیت میں لوہاری کا کام کرتے تھے، اسلام لائے تو بعض لوگوں کے ذمہ ان کی بقایا تھی، مانگتے تو جواب ملتا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کروگے، ایک کوڑی نہ ملے گی یہ کہتے کہ " نہیں، جب تک تم مرکر پھر جیو نہیں ۔ (بحوالہ، سیرۃ النبی جلد اول صفحہ نمبر 162)

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے، جب امیہ نے سنا کہ بلال مسلمان ہوگئے ہیں تو گونا گوں عذاب ان کیلئے ایجاد کئے گئے، گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دی جاتی اور وہ مکہ کی پہاڑیوں میں انھیں لئے پھرتے، اسی کا نشان گردن میں نمایاں ہوجاتا، وادی مکہ کی گرم ریت پر انھیں لٹا دیا جاتا اور گرم گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا، مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا، دھوپ میں بٹھایا جاتا، بھوکا رکھا جاتا۔۔۔ وغیرہ وغیرہ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی استقامت کو دیکھئے کہ ان حالتوں میں بھی۔ احد احد۔ کا نعرہ لگاتے رہتے ۔ (بحوالہ، رحمۃ للعالمین جلد اول صفحہ 155)

حضرت عمار اور ان کے والد یاسر، اور ان کی والدہ سمیہ مسلمان ہوگئے تھے، ابوجہل نے انھیں خوب مشق ظلم وستم کی، اور اسقدر مظالم ڈھائے کہ یاسر ان کی تاب نہ لاکر راہی ملک عدم ہوگئے، ان کی بیوی سمیہ رضی اللہ عنہا کو اس بدبخت نے شرمگاہ میں نیزہ مار کر ہلاک کردیا۔ اسلام میں یہ پہلی شہیدہ ہیں جو اس بے دردی اور بے رحمی سے شہید کی گئیں، رہے عمار رضی اللہ عنہ خود تو انھیں کبھی کڑکتی دوپہر میں پتھریلی زمین پر ننگا لٹا کر اوپر سرخ اور وزنی پتھر رکھ دیا جاتا اور کبھی پانی میں غوطے دیے جاتے، ایک دفعہ آپ کو ننگے بدن دوپہر کو پتھریلی زمین پر لٹا کر اذیتیں دی جارہی تھیں کہ ادھر سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، وہ ہستی جو سارے جہان کیلئے رحمت بن کر مبعوث ہوئی تھی یہ نظارہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر جو بیتی ہوگی، وہ اللہ ہی جانتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر واستقامت کے عظیم پیکر بھی تھے پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور انھیں دلاسا دیتے ہوئے فرمایا" **اصبروا آل یاسر فان موعدکم الجنة** " آل یاسر صبر پہ قائم رہنا تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے،

حضرت ابوفکیہہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام لائے، امیہ کو جب معلوم ہوا تو ان کے پاؤں میں رسّی باندھی اور لوگوں سے کہا: اسے گھسیٹتے ہوئے لے جائیں اور تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیں، ایک گبریلا راہ میں جا رہا تھا، امیہ نے ان سے کہا، کیا یہی تو تیرا خدا نہیں؟ ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میرا اور تمہارا دونوں کا خدا اللہ تعالیٰ ہے، اس پر امیہ نے اس زور سے ان کا گلا گھونٹا کہ لوگ سمجھے کہ دم نکل گیا، ایک دفعہ ان کے سینے پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیا کہ زبان باہر نکل آئی۔ (بحوالہ سیرۃ النبی جلد اول 134)

اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب کے موقعہ پر صحابہ کرام کی استقامت کا نقشہ کھینچتے ہوئے قرآن مقدس کے اندر فرمایا اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (سورۃ الاحزاب 10)

''جب کفار کی متحدہ فوجیں تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے چڑھ آئیں اور جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منھ کو آگئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس وقت ایمان والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے۔''

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (سورۃ الاحزاب 22) ''اور جب ایمان والوں نے کفار کی ان متحدہ فوجوں کو دیکھا تو بولے کہ یہ وہی ہے، جس کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ ہی کہا تھا، اور اس بات نے ان کے ایمان اور

اطاعت میں اور اضافہ کیا۔''

حضرات قارئین! امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو فتنہ خلق قرآن میں کس طرح ستایا گیا اور آپ نے عزیمت واستقامت کا جو تاریخی نمونہ پیش کیا ہے آج بھی کتب سیر وتاریخ میں پڑھ کر دل دہل جاتا ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو معتصم کے سامنے 28 کوڑے لگائے گئے ایک تازہ جلاد صرف دو کوڑے لگاتا تھا، پھر دوسرا جلاد بلایا جاتا تھا امام احمد ہر کوڑے پر فرماتے تھے، أعطوني شيئا من كتاب الله أو سنة رسوله حتى أقول به ، امام احمدؒ 28 مہینے جس میں گزارے، محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ احمد کو ایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ایک کوڑا ہاتھی پر پڑتا تو چیخ مار کر بھاگتا، امام احمدؒ کے صاحبزادہ کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت میرے والد کے جسم پر ضرب کے نشان تھے، ابو العباس الرقی کہتے ہیں کہ امام احمدؒ جب رقہ میں محبوس تھے، تو لوگوں نے ان کو سمجھانا چاہا اور اپنے بچاؤ کرنے کی حدیثیں سنائیں، انھوں نے فرمایا کہ خباب کی حدیث کا کیا جواب ہے، جسمیں کہا گیا ہے کہ پہلے بعض لوگ ایسے تھے جن کے سر پر آرا رکھکر چلا دیا جاتا تھا پھر بھی وہ اپنے دین سے ہٹتے نہیں تھے۔ (بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت جلد اول صفحہ 109)

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے لتكون كلمة الله هي العلياء کے خاطر جن تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کیا ہے، ان کے مطالعہ سے تو عزیمت واستقامت اختیار کرنے کی شہہ ملتی ہے، عیینہ سے شیخ کو اخراج کرنے کا حادثہ بہت ہی عبرت انگیز وپُر درد ہے، ریگستان عرب کی سخت دھوپ شیخ آگے پیادہ پا ہاتھ میں صرف ایک پنکھا اور پیچھے پیچھے فرید گھوڑے پر سوار، ابن معمر نے درپردہ شیخ کے قتل کا بھی حکم دیا تھا، شیخ آگے آگے "من يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب " کا ورد کرتے ہوئے چلے جاتے تھے، سپاہی نے راستے میں بات نہیں کی، جب اس نے قتل کا ارادہ کیا تو خود اس کے بیان کے مطابق کسی غیبی طاقت نے اس کا ہاتھ روک لیا، اور اس پر رعب طاری ہوگئی اور اسی عالم میں وہ الٹے پاؤں عیینہ کی طرف واپس ہوگیا۔ (بحوالہ محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم وبدنام مصلح صفحہ نمبر 32)

محترم قارئین: یہ چند نمونے تھے عزیمت واستقامت کے، تاکہ ہمارے اندر بھی عزیمت واستقامت کا جذبہ پیدا ہو، ایثار وقربانی تسلیم ورضا، اور صبر ومصابرت کا دامن تھامے ہوئے۔ صبر وشکیب کا مظاہرہ کیجئے حالت کا قطعاً شکوہ نہ کیجیے، آپ اس پر غور کیجئے کہ یہ صورت حال ہمارے اوپر کس گناہ اور پاپ کی وجہ سے مسلط ہوئی ہے، اپنا احتساب کیجئے اپنے ضمیر کو دیکھئے اور اپنی اصلاح کی کوشش کیجئے اور اطمینان رکھیئے کیونکہ کہ جب اندھیرا آخری درجے میں ہوتا ہے تو سحر پیدا ہوتی ہے بس اتنا سمجھئے کہ "

سحابة صيف عن قليل تقشع

میں مطمئن ہوں اگرچہ خراب ہے ماحول
خزاں کے بعد کا موسم بہار ہوتا ہے

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۹ کا)

دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ بھڑ نے سترہ جگہوں پر ڈنگ مارا ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا: پہلے ہی ڈنک میں آپ نے نماز کو ترک کیوں نہیں کر دیا؟ تو امام بخاری رحمہ اللہ نے جواب دیا: ''كنت في سورة، فأحببت أن أتمها'' میں ایک ایسی سورت (کی تلاوت) میں تھا، جس کو پورا کرنا بہتر سمجھا۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد ۲/۳۳۱)

امام ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حرم شریف میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کو مغرب کی نماز کے بعد دیکھا، انہوں نے سجدہ کیا اور عشاء تک اپنے سر کو نہیں اٹھایا''۔ (ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء ۷/۲۶۶)

نماز میں خشوع اور خضوع کی اہمیت سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہایت اہم ہے، آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو اپنی نمازوں میں نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں، ایسے لوگ اپنے عمل سے باز آجائیں ورنہ ہوسکتا ہے اللہ ان کی نگاہوں کو اچک لے''۔ (صحیح بخاری، کتاب الأذان، ۷۵۰) جو لوگ نماز میں ادھر ادھر تاک جھانک کرتے ہیں ان سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ایسی نظر ہے جس کے ذریعہ شیطان بندے کی نماز کو چوری کرتا ہے''۔ (رواہ البخاری، کتاب الأذان، باب الالتفات فی الصلاۃ، رقم ۷۵۱) ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس امت سے سب سے پہلے جو چیز رخصت ہوگی وہ خشوع ہے، یہاں تک کہ کوئی خشوع والا انسان نہیں ملے گا''۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر، واسنادہ حسن)

نماز یا عام زندگی میں خشوع پیدا کرنے والے بہت سارے امور ہیں، جن میں سے چند کو ذیل کے سطور میں اجمالاً ذکر کیا جارہا ہے: (۱) اللہ تعالی سے کامل لگاؤ اور شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرنا۔ (۲) اس طریقے سے نماز پڑھی جائے کہ گویا اللہ تعالی نگاہ کے سامنے ہو، یا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالی کی نگاہ کے سامنے ہم ہیں، جس کو حدیث میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق نماز پڑھی جائے۔ (۴) نماز میں سکون واطمینان کا مظاہرہ کیا جائے۔ (۵) دوران نماز یہ تصور ہو کہ ہوسکتا ہے کہ زندگی کی یہ آخری نماز ہے۔ (۶) نمازی علم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ ہو، اس لئے کہ جتنا علم ہوگا اتنا ہی اللہ کا خوف دل میں پیدا ہوگا۔ (۷) معروف کی بجا آوری کی جائے اور منکر سے اجتناب کیا جائے جسے تقوی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (۸) مسجد میں داخل ہوتے ہوئے داخل ہونے کی دعا پڑھی جائے۔ (۹) ان چیزوں سے اپنی حفاظت کی جائے جس کی وجہ سے دل اللہ کی یاد سے غافل ہوجاتا ہے۔ (۱۰) دوران نماز اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف نہ اٹھایا جائے۔ (۱۱) نماز میں جماہی سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ (۱۲) نماز کے لئے دوڑ کر نہ جایا جائے۔ اللہ تعالی ہم سب کو نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ☆☆

فطری اور شرعی حقوق

تحریر: ابن عثیمین رحمہ اللہ
ترجمہ: مولانا عزیز احمد مدنی

۱-اللہ تعالیٰ کاحق:

اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور تم اس کی خبردی ہوئی باتوں کی تصدیق، اس کی منع کردہ باتوں سے اجتناب وپرہیز اور اس کے اوامر واحکام پر عمل کرتے ہوئے اس کا مطیع وفرماں بردار بندہ بن جاؤ۔ یہی ایمان برحق، عمدہ ومثالی عقیدہ، نتیجہ خیز اور بارآور نیک عمل ہے۔ اس عقیدہ کی اصل اور اس کا مدار محبت وتعظیم ہے، اور اس کا ثمرہ اخلاص اور متابعت (یعنی اس پر پابندی سے قائم رہنا اور ڈٹے رہنا) ہے۔

۲-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاحق:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق آپ کی توقیر کرنا، آپ کا احترام کرنا، آپ کی شایان شان ایسی تعظیم کرنا جو غلو اور تقصیر سے پاک ہو، ماضی اور مستقبل کے امور سے متعلق آپ کی خبر کردہ باتوں کی تصدیق کرنا، آپ کے احکام کی اطاعت کرنا، اور منع کردہ باتوں سے رک جانا اور اس سے پرہیز کرنا، نیز یہ ایمان ویقین رکھنا کہ آپ کا طریقہ سب سے اکمل طریقہ ہے، اور آپ کے طریقہ اور آپ کی شریعت کا دفاع کرنا آپ کے حقوق میں سے ہے۔

۳-حقوق والدین:

والدین کے ساتھ نیکی اور اچھائی کرنا، قول وعمل اور کردار سے اور مالی وجسمانی اچھا برتاؤ کرنا، اللہ کی معصیت کے سوا امور میں ان کے حکم کی تابعداری کرنا، نیز ایسے امور میں بھی جو تمہارے لئے مضر وضرررساں نہ ہو۔

۴- حقوق اولاد:

۱-اولاد کی تربیت کرنا، یعنی ان کے اندر دینی واخلاقی روح کو پروان چڑھانا اس قدر کہ دین کا ایک بڑا معتدبہ حصہ ان کی زندگی میں آجائے۔

۲-اسراف وتقصیر کے بغیر معتدل ومعروف انداز میں ان پر خرچ کرنا۔

۳-ہبہ، عطیہ اور نوازشات میں کسی کو کسی پر فوقیت نہ دی جائے، بلکہ ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے۔

۵-قرابت داروں کے حقوق:

قرابت داروں کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے، یعنی قرابت اور حاجت دونوں حیثیتوں کا خیال رکھتے ہوئے انہیں مالی وبدنی منفعت پہنچائی جائے۔

۶-زوجین کے حقوق:

زوجین میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک سے بھرپور زندگی گزاریں، اور اپنے واجبی حقوق نہایت فراخ دلی اور نرمی سے انجام دیں، اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور ناپسندیدگی کی آمیزش نہ ہونے دیں۔

خاوند پر بیوی کا حق یہ ہے کہ وہ اس کے کھانے پینے، لباس اور رہائش وغیرہ سے متعلق اخراجات مناسب ومعتدل انداز میں کرے، اور اپنی بیویوں کے مابین عدل وانصاف سے کام لے۔

زوجہ پر خاوند کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ کی معصیت کے سوا جملہ امور میں اس کی طاعت کرے اور اس کا حکم مانے، اس کے مال اور عزت کی حفاظت کرے، اور ایسا کوئی عمل نہ کرے جس سے اس کے اور خاوند کے مابین بے لطفی اور بدمزگی پیدا ہوجائے۔

۷-حاکم اور رعایا کے حقوق:

اسلامی حکومت اور مملکت میں ولی امر، حاکم پر رعایا کے حقوق یہ ہیں کہ حکام اس امانت اور ذمہ داری کو جو اللہ تعالیٰ نے انھیں سونپی ہے اسے صحیح انداز میں نبھائیں، رعایا کے ساتھ نصح وخیرخواہی کریں، اہل حق کی راہ پر چلتے ہوئے رعایا کو اس درست نہج وطریقہ پر چلائیں جو دنیا وآخرت کی بھلائی، منفعت اور مصالح کا ضامن وکفیل ہو۔

رعایا پر ولی امر کے حقوق یہ ہیں، کہ انسانوں کے امور کی ذمہ داری جو انہیں سونپی گئی ہے اس میں نصح وخیرخواہی، اخلاص اور ہمدردی سے کام لیں، فرائض سے غفلت پر انھیں یاددہانی کرائیں، حق سے بھٹک جانے پر ان کے لئے دعا کریں، اور اللہ کی معصیت کے سوا امور پر ان کی طاعت وفرمانبرداری کریں اور ان کا تعاون کریں ان کے خلاف خروج نہ کریں۔

۸-پڑوسیوں کے حقوق:

پڑوسی وہ ہے جو تمہارے گھر اور منزل سے قریب ہو۔ اس کے ساتھ حسب استطاعت جان ومال اور جاہ ومنفعت سے حسن سلوک کیا جائے، اور قولی وفعلی ہر طرح کی اذیت سے اسے دور اور باز رکھا جائے۔

۱-پڑوسی اگر قریبی نسبی اور مسلم ہو تو اس کے تین حقوق ہیں۔

(۱) حق جوار (۲) حق قرابت (۳) حق اسلام

۲-پڑوسی اگر مسلم ہے، نسبی قرابت دار نہیں، تو اس کے دو حق ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲۶ پر)

نوجوانوں کی تربیت

مولانا نورالاسلام شفیع احمد مدنی
استاد جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

اللہ تعالی انسان کو فطرت پر پیدا کرتا ہے ''كُلُّ مَولُودٍ يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ'' [البخاری: ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۲۹ وغیرہ اور مسلم: ۴۹۳۲، ۴۹۳۳، ۴۹۳۴] لیکن والدین اور سماج و ماحول کے زیر اثر اس کے اندر خلافِ فطرت امور نشونما پانے لگتے ہیں۔اور آہستہ آہستہ اس کی فطرت کی روشنی مدھم ہونے لگتی ہے، اور ایک وقت آتا ہے کہ اس کا پورا وجود فطرت کے خلاف تیار ہو جاتا ہے'' فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ '' [البخاری:۱۳۰۴،۱۳۰۵،۱۳۲۹ وغیرہ اور مسلم:۴۹۳۲،۴۹۳۳، ۴۹۳۴] ۔اسی طرح اللہ تعالی انسان کو بہترین شکل و شباہت اور عمدہ ترین خصائص و ممیّزات کا حامل بنا کر پیدا کرتا ہے (لَقَدْ خَلَقْنَا الاِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيم) [التین:۴] لیکن راہ زندگی میں چلتے چلتے اس کے اندر نامناسب تبدیلیاں رونما ہونے لگتی ہیں۔ بالآخر اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی بہترین شکل و شباہت میں کتنے بدنما داغ لگ جاتے ہیں اور بعض چہرے تو نہایت مکروہ اور قبیح بن جاتے ہیں۔گویا انسان پیدائش کے وقت بالکل قویم و مستقیم ہوتا ہے۔عیوب و نقائص بعد میں پیدا ہوتے ہیں۔اور اس کا اصل ذمہ دار والدین ہوتے ہیں اور وہ ماحول ہوتا ہے جس میں وہ پرورش پاتا ہے۔پس اگر والدین شروع ہی سے بچوں کو مناسب ماحول فراہم کریں اور ان کی تعلیم و تربیت اور نگرانی کا فریضہ ذمہ داری سے انجام دیں تو ان کی فطرت و خلقت میں کوئی غیر مناسب تبدیلی رونما نہ ہو اور بچے جب پرجوش جوانی کی دہلیز میں قدم رکھیں تو کوئی بھی ماحول، کسی کی بھی مصاحبت، کوئی فکر باطل، کوئی نظریہ فاسد اور کوئی بادِ مخالف ان کے پائے استقامت میں اور ان کے عقیدہ و عمل میں تزلزل پیدا نہ کرسکے۔

مرحلۂ جوانی :

انسانی زندگی کے مختلف مراحل میں سے سب سے خطرناک نوجوانی کا مرحلہ ہوتا ہے، اس میں ہوش پر جوش غالب ہوتا ہے، خون کی حدت، جسم کی صلابت اور نتائج سے بے پروائی ایک جوان آدمی کو کچھ بھی کر گزرنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔لفظ جوانی پر غور کیجئے، عربی زبان میں نوجوان کے لیے'' شاب'' کا لفظ کثیر الاستعمال ہے۔اس کا مادہ (ش ب ب) ہے جو قوت و رجولیت، جوش و جذبہ، سرکشی اور نمو و اضافہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔کہتے ہیں: ''شب فلان'' وہ بڑا ہوگیا اور اس کا حجم بڑھ گیا۔اور ''فرس مشب'' بگڑا ہوا سرکش گھوڑا جس پر سواری کرنا دشوار ہو۔اور ''شب النار'' آگ بھڑک گئی، گویا قوت و رجولیت، جوش و خروش، سرکشی و دلیری، شجاعت و بہادری نوجوانوں کا خاصہ ہیں۔انسان عموما ۱۶ سے ۲۵ سال تک نوجوان ہوتا ہے۔۳۰ سال سے ۴۰ سال تک جوان ہوتا ہے۔اس کے بعد ۶۰ تک کہولت کی عمر ہوتی ہے۔اس کے بعد ہرم کا دور شروع ہوتا ہے۔

شریعت میں جوانی کی اہمیت :

شریعتِ مطہرہ میں جوانی کا مرحلہ نہایت حساس اور خطرناک مرحلہ ہے۔قرآن کریم نے اسے قوت و بأس کا مرحلہ بتایا ہے۔(اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَ شَيْبًا يَخلُقُ مَا يَشاءُ وَهُوَ العَلِيمُ القَدِيرُ)[الروم:۵۳]۔

قیامت کے روز جن چار سوالوں کا جواب دیئے بغیر کوئی جنبش نہیں کرسکے گا ان میں سے ایک سوال خاص نوجوانی کے بارے میں ہوگا۔'' وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ '' [صحیح الترغیب والترھیب: ۱۲۷]

ایک صالح و عابد نوجوان کا اللہ تعالی کے پاس اتنا بلند مقام ہے کہ قیامت کے روز اسے اللہ تعالی اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔''وَ شَابٌّ نَشَأَ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ ' [بخاری:۶۶۰، ۶۴۷۹، ۶۸۰۶، ومسلم:۱۰۳۱، ترمذی:۲۳۹۱]

چونکہ غیر شادی شدہ جوانوں کے اندر ذمہ داری کا احساس نہیں ہوتا۔وہ آزاد و بے مہار ہوتے ہیں اور ان کے بہکنے اور بھٹکنے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی شادی کرا کر اور عائلی ذمہ داری کا بوجھ ڈال کر ان کی سیرت کی تعمیر اور کردار سازی کرنے کی تعلیم دی ہے۔آپ ﷺ نے خود نوجوانوں سے مخاطب ہوکر فرمایا:'' يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ أَحْسَنُ لِلْفَرْجِ ...'' [البخاری:۴۷۷۹،ومسلم:۱۴۰۰]

نوجوان ملک و ملت کا سرمایہ ہیں :

نوجوان کسی بھی قوم و ملک کی پونجی، اس کا سرمایہ اور اس کی امید ہوتے ہیں۔ اگر کوئی قوم اپنی کسی دولت و ثروت پر نازاں ہوسکتی ہے۔اگر کوئی ملک اپنی آبادی کے کسی حصہ پر اصلاح و ترقی کی بنیاد رکھ سکتی ہے اور اس پر دفاعِ ملک کی ذمہ داری ڈال سکتی ہے۔اور اگر کوئی معاشرہ اپنی عزت و وقار کی حفاظت و صیانت کا بارگراں کسی کے کندھے پر ڈال سکتا ہے تو یہی نوجوان ہیں۔تاریخیں رقم کرنے، دین و دعوت کا دفاع

کرنے ، اور تجدید واحیاء کے پُر خطر عمل کو انجام دینے میں یہی پیش پیش رہے ہیں ۔

چنانچہ والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اور ملک وملت کے اس عظیم سرمایہ کی اور اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ اس دولتِ گراں مایہ کی نگہبانی ونگرانی کرنے میں اور ان کی تربیت وتزئین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں ۔ یہ ان پر عائد شرعی ذمہ داری اور بہت بڑا فریضہ ہے جس کے بارے میں قیامت کے روز ان سے سوال کیا جائے گا ۔

والدین پر اولاد کی تعلیم و تربیت واجب ہے :

اگر امتِ مسلمہ کو اپنی کھوئی ہوئی عزت ووقار حاصل کرنا ہے اور متاعِ گم گشتہ کو واپس لانا ہے تو والدین پر واجب ہے کہ وہ اپنے جگر گوشوں کی تعلیم وتربیت کا پختہ انتظام کریں ۔ چونکہ اولاد کے بگاڑ وفساد کے وہ خود ذمہ دار ہیں ’’ فَأَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ أَو یُنَصِّرَانِہٖ أَو یُمَجِّسَانِہٖ ‘‘ لہذا ان کی تربیت واصلاح کے اصل ذمہ دار بھی وہی ہیں ، جو لوگ خود نیک وصالح ہوتے ہیں اللہ تعالی ان کے مال واولاد کا محافظ ونگہبان ہوتا ہے ۔ (وَ کَانَ أَبُوھُمَا صَالِحًا) [الکھف :۸۲] یہ آیت بتاتی ہے کہ دونوں یتیم بچوں کے والد نیک آدمی تھے لہذا اللہ تعالی نے ان کے خزانے کی اور ان کے بچوں کی حفاظت فرمائی ۔

نیز والدین کے لیے اللہ تعالی کا فرمان ہے : (یَـأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَکُم وَ أَھْلِیکُمْ نَارًا وَقُودُھَا النَّا سُ وَالحِجَارَۃُ) [التحریم :۶] ۔ اور علی رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں : تم اپنے اہل واولاد کو خیر کی تعلیم دو [صحیح الترغیب والترھیب :۱۱۹]

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں : انہیں اللہ کی اطاعت کا حکم دو اور اس کی نافرمانی سے روکو ۔ ان پر اللہ کے احکامات کا نفاذ کرو ۔ ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دو ۔ اور اس سلسلے میں ان کی ہر طرح سے مدد کرو ۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا : ’’ أَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُم مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ‘‘ [البخاری :۲۴۰۹ ، ومسلم :۱۸۲۹] یعنی : تم میں سے ہر شخص نگراں ونگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے ۔

نیز نبی ﷺ نے فرمایا ہے : ’’ مَا مِن عَبْدٍ یَستَرعِیہِ اللّٰہُ رَعِیَّۃً فَلَم یَحُطھَا بِنَصِیحَۃٍ اِلَّا لَم یَرِحْ رَائِحَۃَ الجَنَّۃِ ‘‘ [البخاری :٦٦١٧ ، ومسلم :۳۴۰۹] یعنی اگر کسی بندے کو اللہ تعالی نے کوئی رعیت دی ہے لیکن وہ اس رعیت کی خیر خواہی نہیں کرتا اور اسے اپنی نصیحت سے نہیں نوازتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا ۔

نیک اولاد کے بگاڑ وفساد کا اثر والدین کی آخرت پر پڑتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس کا جواب دہ ہے ان کے نیک اعمال وحسنات میں سے جن کا ثواب مومن کو مرجانے کے بعد بھی ملتا ہے صالح اولاد کو چھوڑ کر جانا ہے : ’’ وَوَلَداً صَالِحاً تَرَکَہُ ‘‘ [صحیح الترغیب والترھیب :۱۱۲] ۔

نیز نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے اہل واولاد کے لیے بہتر ہو وہی بہتر آدمی ہے : ’’ خِیَارُکُم خِیَارُکُم لِأَھْلِہٖ ‘‘ [صحیح الترغیب والترھیب :۶۶۰] ۔

جب شریعت میں عام مسلمانوں کی دینی رہنمائی اور راہ حق کی ہدایت کار ثواب اور لائق تحسین عمل ہے تو اپنوں کی اصلاح وتقویم کا عمل کتنا عظیم ہوگا ؟ نبی ﷺ نے فرمایا ہے : ’’ وَ اِرشَادُکَ الضَّالَ یُکْتَبُ لَکَ بِہٖ صَدَقَۃً ‘‘ [صحیح الترغیب والترھیب :۲۶۸۶] راستہ سے بھٹکے ہوئے کو راستہ بتانا صدقہ ہے تو عقیدہ وعمل میں بھٹکے ہوئے کو راہ صواب پر لانا کتنا بڑا صدقہ ہوگا ؟

چونکہ نوجوان قوم کی پہچان اور اس کا عنوان ہوتے ہیں ۔ ان کی درستگی پر قوم کی درستگی موقوف ہوتی ہے ۔ اس لحاظ سے ان کی تربیت وتہذیب کا فریضہ اور زیادہ موکد ہو جاتا ہے ۔ کوئی زندہ قوم اپنے سرمایہ کو لٹتا ہوا اور اپنے مستقبل کو برباد ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتی ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نوجوانوں کی تربیت وتعلیم کا غایت درجہ اہتمام کیا ہے ۔ قرآن نے تذکیر وتحریض اور تربیت وتدریب کے مقصد سے جا بجا نوجوانوں کے ساتھ پیش آنے والے تاریخی واقعات کو بیان کیا ہے تاکہ وہ قیامت تک آنے والے نوجوانوں کے لیے درس عبرت رہیں ۔ اور ہر دور کے نوجوان میں اپنے عقیدہ وایمان کے لیے باطل سے ٹکرانے ، جابر وظالم حکمرانوں کے ایوانوں میں صدائے حق بلند کرنے اور دین کی راہ میں جان ومال کی قربانیاں پیش کرنے کا جذبہ فروغ پائے ۔

قرآن اور نوجوان : قرآن نے اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے جس کو اس نے ’’ احسن القصص ‘‘ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس کے اندر یوسف علیہ السلام کی ربانی تربیت کا ذکر ہے اور نوجوانوں کے لیے عبرت وموعظت کی بہت ساری سوغاتیں ہیں : (نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیکَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَیْنَا اِلَیکَ ھَذَا القُرآنَ) [یوسف :۳] اور آگے فرماتا ہے : (وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّہُ آتَیْنَاہُ حُکْمًا وَ عِلْمًا وَکَذٰلِکَ نَجزِی الْمُحْسِنِینَ) [یوسف :۲۲] ۔ اور جب وہ جوانی کو پہونچ گئے تو ہم نے انہیں علم وحکمت دی اور اچھا کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ۔

اسی طرح قرآن نے اصحاب کہف کا قصہ بیان کیا ہے جو کچھ نوجوان تھے (نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیکَ نَبَأَھُمْ بِالحَقِّ اِنَّھُم فِتْیَۃٌ آمَنُوا بِرَبِّھِم وَ زِدْنَاھُمْ ھُدیً) [الکھف :۱۳] یہ قصہ نوجوانوں کو استقامت اختیار کرنے ، حق وصداقت پر قائم رہنے ، اور خطرناک ترین حالات میں بھی باطل وضلال کے سامنے ڈٹے رہنے کا سبق پیش

کررہا ہے۔اصحابِ کہف چند نوجوان تھے شرک وطاغوت اور ظلم واستبداد کے خلاف اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے پورے ایمانی جوش اور جسمانی قوت کے ساتھ باطل سے ٹکرا گئے۔اس واقعہ میں شبانِ امت اور نوجوانانِ ملت کے لئے یہ سبق ہے کہ طاغوت و باطل کی تند و تیز آندھیوں میں شمع اسلام کو فروزاں کرنے اور ناموافق و نامساعد حالات وظروف میں حق پر قائم رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔

قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں اور ان کی دعوتی کوششوں کو اور دفاعِ دین ودعوت، اور انکارِ منکر و باطل کے تعلق سے ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کو بھی نوجوانانِ ملت کے لیے بڑے دلچسپ انداز واسلوب میں بیان کیا ہے۔جب انہوں نے طاغوت کو پاش پاش کردیا تو لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے: (.... قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِـاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ)[الانبیاء:۵۹]

یہی حال دوسرے نوجوان انبیاء ومرسلین جیسے لوط، اسماعیل، موسیٰ، اور عیسیٰ علیہم السلام کا تھا، ان کے قصوں کو بھی قرآن نے دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہیں کہ دعوتِ حق کی نصرت واعانت اور اس کے دفاع میں ان نوجوانوں نے بڑی بڑی قربانیاں پیش کی ہیں۔

نوجوانوں کی تربیت اور ان کے قلوب واذہان کی تطہیر انبیاء وصالحین کا عمل ہے: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اپنی اولاد کو لے کر کتنے فکرمند رہتے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کو گناہوں سے بچانے اور نمازی بنانے کی دعا مانگا کرتے تھے۔(وَاجْنُبْنِي وَ بَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ)[ابراھیم:۳۵]اور ایک جگہ آیا ہے: (رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَاءِ)[ابراھیم:۴۰]لقمان حکیم اپنے بیٹے کو شرک سے دور رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:(يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ)[لقمان:۱۳] آگے وہ اپنے بیٹے کو نیک اعمال ومکارم اخلاق کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:(يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ . وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ . وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ االْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ)[لقمان:۱۷-۱۹]۔

یہ آیات حسنِ تربیت اور اولاد کے تعلق سے آباء کی مسئولیت کی بہترین مثالیں ہیں۔نیز ان کے اندر اس بات کا بھی ذکر ہے کہ تعلیم وتربیت میں توحید خالص، ایمان باللہ، اقامتِ نماز، دعوت الی اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور مکارمِ اخلاق کی آبیاری پر توجہ مرکوز رہنی چاہیے اور انہیں چیزوں کو تربیت کا مرکز ومحور بنایا جانا چاہئے۔

اللہ کے نبی یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھئے کہ وہ اپنے نوجوان بیٹوں سے اسلام پر قائم رہنے اور عقیدۂ توحید کو گلے لگا کر رکھنے کا عہد وپیمان لے رہے ہیں۔وہ اللہ کے نبی ہیں اور انبیاء کی ذریت سے ہیں۔ان کے باپ دادا اور بیٹے نبی ہیں پھر بھی انہیں مرنے کے وقت اطمینان نہیں ہے کہ ان کے بیٹے آباء واجداد کے دین پر قائم رہیں گے یا الٹے پاؤں پھر جائیں گے:(أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَ إِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَ إِسْمَاعِيلَ وَ إِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَ نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ)[البقرۃ:۱۳۳]۔

مذکورہ بالا آیتیں ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انذار وتنبیہ ہیں جو اپنے نوجوان بیٹوں اور بیٹیوں کی تربیت ونگہداشت سے غافل وبے پرواہ ہوتے ہیں اور ان سے چشم پوشی کرتے ہوئے ان کی گردن سے لگی ایمان واخلاق کی رسّی کو ڈھیلا کردیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں عباد الرحمٰن کی صفات کو بیان کرتے ہوئے ان کی اس صفت کا بھی ذکر کیا ہے:(وَ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا)[الفرقان:۷۴]۔یہ اللہ تعالیٰ کے بندگانِ نیک ہیں جو اپنی اولاد کے لیے تقوی کی دعا مانگ رہے ہیں اور یہ التجا کرہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کی اولاد کو متقیوں کا امام بنادے۔

اسماعیل علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ اس لیے تعریف کی ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو نیک کاموں کا حکم دیا کرتے تھے:(وَ كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَ الزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا)[مریم:۵۵]

خود نبی ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے: (وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا)[طہ:۱۳۲]۔اپنے افراد خانہ کو نماز پڑھنے کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر قائم ودائم رہئے۔

جب ''بیوت الانبیاء'' میں پرورش پارہے بچوں اور جوانوں کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھنے کا حکم انبیاء کرام کو دیا جارہا ہے۔اور جب انبیاء وصالحین کو اپنی اولاد کے بارے میں اتنا ہم وغم لاحق رہتا تھا تو عام گھرانوں کے بچوں کی نگرانی ونگہداشت کی اہمیت کس قدر بڑھ جاتی ہے۔اور عام مسلمانوں کو اپنے بچوں کی کس قدر فکر ہونی چاہیے؟

نوجوانوں کی تربیت کے باب میں نبی ﷺ کی ذاتِ گرامی ہمارے لیے بہترین اسوہ ہے۔کیونکہ آپ ﷺ کے دستِ مبارک سے جن نوجوانوں کی تربیت عمل

میں آئی وہ کرۂ ارض کے سب سے پاک وصالح اور کامیاب شبانِ اسلام ثابت ہوئے ۔ہم آپ کے اندازِ تربیت اور طریقۂ اصلاح وتزکیہ سے بے نیاز ہوکر اس ذمہ داری سے ہرگز عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ ہمیں اس باب میں بھی نبوی ہدایت درکار ہے۔

نبی ﷺ کا طریقۂ تعلیم و تربیت :

ایک دن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے ردیف تھے۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والے اس نوجوان کے سامنے ایمان وایقان اور تقدم وتفوق کے دروازے کو وا کرنے اور عام نوجوانوں کے قلوب میں عقیدۂ صحیحہ کی ترسیخ کرنے کے لیے نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ’’يَا غُلَامُ ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ : اِحفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدهُ تُجَاهَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ . ....‘‘ اے بچے! میں تمہیں کچھ قیمتی باتیں بتاتا ہوں: تم اللہ (کے حدود واحکام) کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کریں گے۔ تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تم انہیں اپنے سامنے پاؤ گے۔ اور جب بھی کچھ مانگو اللہ سے مانگو اور جب بھی مدد طلب کرو تو اللہ سے طلب کرو.... [الترمذی: ۲۵۱۶، اور شیخ البانیؒ نے صحیح کہا ہے]۔

رسول اللہ ﷺ اپنے نوجوان اصحاب کی تربیت کا غایت درجہ اہتمام کرتے، اس کے لیے آپ حکمت اور عمدہ نصیحت کا اسلوب اختیار فرماتے اور ان کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آتے: ایک مرتبہ ایک نوجوان نے آپ سے زنا کی اجازت مانگی، وہاں موجود صحابہ غصہ ہوگئے۔ نبی ﷺ نے ان کو منع فرمایا اور کہا: اس کو میرے قریب لاؤ۔ وہ آکر آپ کے قریب بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم اس فعل کو اپنی ماں کے حق میں پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اس کو اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: کیا تم اس کو اپنی بہن کے لیے پسند کروگے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: لوگ بھی اس کو اپنی بہن کے لیے پسند نہیں کرتے۔‘‘ اس کے بعد کچھ اور عورتوں کا آپ نے ذکر فرمایا، پھر اس کے سینے پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور دعا کیا: ’’اے اللہ! اس کے گناہوں کو معاف کردے، اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت کر‘‘ اس کے بعد وہ نوجوان کسی بھی غلط چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا[مسند احمد: ۲۲۲۶۵، یہ حدیث صحیح ہے]

آپ ﷺ نوجوانوں میں تقویٰ وحسنِ اخلاق کی تخم ریزی پر زیادہ زور دیتے تھے ایک مرتبہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اتق الله حيثما كنت ، و أتبع السيئة الحسنة تمحها ،و خالق الناس بخلق حسن [مسند احمد: ۲۲۰۵۹ یہ حدیث صحیح ہے] اور یہی تعلیم اور یہی وصیت آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی سنائی تھی۔ اور آپ نے عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو آدابِ دسترخوان بتاتے ہوئے محبت کے ساتھ فرمایا: يا غلام ! سَمِّ اللَّهَ ، وَ كُلْ بِيَمِينِكَ ، وَ كُلْ مِمَّا يَلِيكَ‘‘ [صحیح مسلم: رقم ۳۷۶۷]

یہ انبیائی تربیت کے چند نمونے ہیں اور کوئی معلم ومربی انبیاء وصالحین کے طریقۂ تربیت وتعلیم سے بے نیاز ہوکر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ اخلاص ووفا، شفقت ومحبت اور حسنِ اخلاق کے بغیر کردار سازی اور تعمیر شخصیت کا کوئی خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ نبی رحمت ﷺ کے آغوش تربیت میں جن جواں سال صحابہ کرام نے تربیت پائی وہ اپنے زمانہ کے لعل وگہر ثابت ہوئے اور آسمانِ دنیا کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔ آپ نے ان کے اندر دینی غیرت، ایمانی جوش وخروش اور فکری بیداری کا ایسا صور پھونکا کہ انہوں نے شوقِ شہادت سے سرشار ہوکر اور ذوقِ ابتلاء وامتحان اور تحملِ مصائب وشدائد کے دلدادہ بن کر دنیا میں اسلامی فتوحات کا پرچم بلند کیا۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بدر میں شریک ہوئے تو اس وقت ان کی عمر بیس سال سے متجاوز نہیں تھی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عنفوانِ شباب میں ہی اسلامی افواج کا کمانڈر بنا دیا گیا تھا۔ تیس سال سے کم عمر کے نوجوان مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے اپنا سفیر بنایا تھا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو آپ ﷺ نے لشکرِ اسلام کا سپہ سالار اس وقت نامزد کیا تھا جب ان کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔ اور ان کی قیادت میں بڑے بڑے قراء وفقہائے حدیث شریکِ مہم تھے۔

خلاصہ: ان سارے واقعات اور مذکورہ تمام حقائق سے ہم اس نتیجہ تک پہونچتے ہیں کہ نوجوان قوم کا اصل سرمایہ واثاثہ ہیں۔ وہی سفینۂ قوم کے پتوار ہیں۔ انہوں نے ہی آنے والی نسلوں کے لیے بہادری، استقامت، اور قربانی کی روشن مثالیں قائم کی ہیں۔ اس لیے اس دولتِ گراں مایہ اور بیش بہا سرمایہ کی حفاظت وصیانت بڑی مہارت اور دانشمندی کے ساتھ کی جانی چاہیے۔ جس کے ہاتھ میں یہ سرمایہ ہو اس پر ذمہ داری کا بوجھ زیادہ ہوگا۔ لیکن چونکہ وہ قوم وملک کا مشترکہ سرمایہ بھی ہیں لہذا ان کی حفاظت ونگہداشت کے عمل میں سبھوں کو اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے تعلیم وتربیت کے اس عمل کو نبوی ہدایات اور انبیاء وصالحین کے طریقہائے تعلیم وتربیت کے مطابق انجام دیا جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے طریق کے علاوہ طریق میں حد مطلوب تک خیر وتوفیق کا پایا جانا ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سارے معاملات میں ہمیں سنتِ رسول کا متبع بنائے۔ مسلم نوجوانوں کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائے۔ قوم ملت کے اس عظیم سرمایہ کی اپنے فضل وکرم سے حفاظت فرمائے اور انہیں دین ودعوت اور ملک وملت کے لیے مفید تر بنائے۔

☆☆☆

منشیات انسانیت کے لیے مستقل خطرہ

مولانا محمد صہیب السلفی، ڈومریا گنج

یہ مقالہ چار اجزاء پر مشتمل ہے: (۱) منشیات کی تحقیق (۲) منشیات کی سنگینی زمانہ جاہلیت میں (۳) منشیات کی سنگینی عہد نبوی وعہد خلفاء راشدین میں (۴) منشیات کی سنگینی اس جدید دور میں

۱- **منشیات کی تحقیق**: نشی ینشی تنشئة نشہ والا ہونا، مست ہونا، منشیات ایسی اشیاء جس میں نشہ پایا جاتا ہو۔ اسی معنی میں مسکرات، مفترات اور مخدرات بھی آتے ہیں۔ سب کا قریب قریب ایک ہی معنی ہے۔ اب میں ان کا معنی بیان کر رہا ہوں۔

مسکرات: ایسی چیزیں جو عقل کو زائل کردیں اور ڈھانپ دیں جب انہیں پیا جائے۔

مفترات: وہ چیزیں جو جسم میں گرمی پیدا کریں اور خلل ڈال دیں۔

مخدرات: ایسی چیزیں جو جسم کے اعضاء کو سن اور بے حس کردیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ خیر وشر کا خالق ہے لیکن خیر کی نسبت اللہ کی طرف کی جاتی ہے اور جبکہ شر کی نسبت انسان کی طرف کی جاتی ہے۔ ان دونوں کے پرکھنے کی طاقت اللہ نے انسان کو دی ہے اور وہ عقل ہے جس کے ذریعہ وہ خیر وشر کے درمیان تمیز پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے اس دنیا میں انسان کی غذا اور اس کی تفریح طبع کے لیے ایسی چیزیں پیدا کی ہیں جو اس کے جسم وروح کے لیے فائدہ مند ہیں اور اس نے ایسی چیزیں بھی پیدا کی ہیں جو انسان کے جسم وروح کے لیے نقصان دہ ہیں۔ تو جو چیزیں انسانوں کے لیے فائدہ مند ہیں وہ حلال اور پاکیزہ ہیں اور جو چیزیں انسانوں کی عقلوں اور ان کے جسموں کے لیے نقصان دہ ہیں وہ حرام وخبیث ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشیاء کی ایک حد متعین کردی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کل مسکر خمر وکل مسکر حرام'' (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب بیان أن کل مسکر خمر رقم الحدیث ۲۰۰۳)

ہر نشہ آور اشیاء شراب ہے اور ہر نشہ آور اشیاء حرام ہے۔

''ما أسکر کثیرہ فقلیله حرام'' (سنن ابی داؤد، کتاب الاشربہ، باب النہی عن المسکر، رقم الحدیث ۳۶۸۱)

جس چیز کی کثیر مقدار نشہ پیدا کردے اس کی تھوڑی سی مقدار بھی حرام ہے۔

''الخمر لیس بدواء ولکنه داء (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب التداوی بالخمر، رقم الحدیث ۱۹۸۴)

شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منیشات کی ایسی جامع تعریف کی ہے جس میں تمام قسم کی شرابیں اور تمام قسم کی نشیلی اشیاء شامل ہوجاتی ہیں۔ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: ''ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام'' کے تحت تمام کثیر وقلیل نشیلی اشیاء حرام ہوجاتی ہیں۔ چاہے وائن ہو یا بیئر وہسکی اور تاڑی وغیرہ چاہے حشیش ہو یا گانجا، بھانگ تمباکو چاہے ہیروئن ہو یا افیون وچرس چاہے بیہوش کرنے والے انجکشن ہوں یا LSD وغیرہ ہو۔ اسی طرح چاہے انگوری شراب ہو یا کھجور کے اقسام سے بنائی گئی ہو یا جو اور گیہوں سے بنائی گئی ہو یا شہد سے بنائی گئی ہو۔

منشیات و مسکرات کی سنگینی زمانہ جاهلیت میں

منشیات انسانیت کے لیے زمانہ جاہلیت ہی سے مستقل خطرہ بنا ہوا چلا آرہا ہے۔ اس زمانہ میں لوگ انگور، کھجور، کشمش، جو، گیہوں اور شہد سے شراب تیار کرتے تھے۔ شراب ان کی زندگی کا جزء لاینفک بن چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ گھروں، محفلوں، مجلسوں اور بر سر عام پیتے تھے اور انسانیت سے گرے ہوئے کام انجام دیتے تھے۔ ان میں زنا کاری، قتل وخونریزی، جنگ وجدال، لوٹ مار، بے حیائی وفحاشی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا ایک عام سی بات ہوچکی تھی۔ یہ دین ابراہیمی سے دوری کا نتیجہ تھا۔ یہ فکری طور سے دین ابراہیمی کے ماکولات ومشروبات کی حلت وحرمت کے قائل تھے۔ انبیاء کرام کی تعلیمات سے دوری اور عملی کوتاہی نے ان کو یہاں تک پہونچا دیا تھا کہ شراب جو کہ ام الخبائث ہے اس کے انواع واقسام کی صنعت ہر گھر میں موجود تھی اور طائف شہر اس صنعت میں کافی ترقی یافتہ تھا۔ ایک شاعر عمرو بن کلثوم شراب اور جنگ کی تعریف ان الفاظ میں کر رہا ہے:

ألا هبی بصحنک فاصبحینا
ولا تبقی خمور الاندرینا
مشعشعة کأن الحص فیها
اذا ما الماء خالطها سخینا
تجور بذی اللبانة عن هواه
اذا ما ذاقها حتی یلینا
تری اللحز الشحیح اذا أمرت
علیه لماله فیها مهینا
صبنت الکأس عنا أم عمرو
وکان الکأس مجراها یمینا

اے محبوبہ! اپنا بڑا پیالہ لے کر ہوشیار و بیدار رہو اور تو ہمیں بڑے پیالے سے شراب پلا اور کسی غیر کے لیے اندراین کی شراب تو باقی مت چھوڑ (کیوں کہ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں)

ہم کو تو ایسی شراب پلا جس میں پانی ملا ہوا ہو اور جب اس میں گرم پانی ملے تو اس کا رنگ ایسا معلوم ہو گویا اس میں زعفران ملا ہوا ہے۔

ہم کو تو ایسی شراب پلا جو حاجتمند کو اس کی دل تمنا سے غافل کردے اور جب وہ اس کو چکھے تو وہ مطیع و فرمانبردار بن جائے۔ (چکھنا تو درکنار اس کے چکھنے سے یہ حالت ہوجائے کہ وہ کنجوسی کی سختی کو بھول جائے۔)

ہم کو تو ایسی شراب پلا کہ بخیل اور کنجوس کے آگے اس کا دور چلے تو اے مخاطب! اسے اپنے مال کو خرچ کرنے والا اور لٹانے والا دیکھے۔

اے ام عمرو! تو نے ہم سے شراب کا پیالہ پھیر دیا حالانکہ پیالے کے دور کی جگہ داہنی طرف تھی۔

اس کے بعد شاعر لڑائی اور اپنی بہادری کی تعریف کرتا ہے:

وما شر الثلاثة أم عمرو
بصاحبك الذى لا تصبحينا
قفى نسألك هل أحدثت صرما
بوشك البين أو خنت الأمينا
بيوم كريهة ضربا وطعنا
أقر به مواليك العيونا

اے ام عمرو! تیرا وہ دوست جس کو تو صبوحی شراب نہیں پلاتی وہ تینوں میں گھٹیا اور برا نہیں بلکہ برابر کا ہے یا بڑھیا ہے پھر تو نے اس کو شراب کیوں نہیں دی۔

ٹھہر کہ ہم تجھ سے پوچھیں آیا تو نے قطع تعلق فراق کے قریب ہوجانے کی وجہ سے کیا یا ایک امانتدار سے خیانت کی۔

ہم تجھے ایک ایسے دن کی لڑائی کی خبر دیں جس میں ہم نے خوب تلواریں چلائیں اور نیزہ بازی کی اور تیرے چچا زاد بھائیوں نے اس کی بدولت اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔

نوفل اور حاتم طائی کی لڑائی، جنگ فجار، جنگ بعاث، چھوٹی بڑی قبائلی لڑائیاں، جنگ بدر، جنگ احد، غزوہ بنوقینقاع، غزوہ بنونضیر، غزوہ خندق، غزوہ بنو قریضہ، غزوہ خیبر، صلح حدیبیہ، قریش کے حلیف بنوبکر کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بنوخزاعہ پر رات میں حملہ اور مسجد حرام میں ان کا قتل، غزوہ حنین، سریہ موتہ، غزوہ تبوک اور ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے سرایا و غزوات کے بارے میں گہرائی سے دیکھا جائے تو اسی منشیات و مسکرات کا نتیجہ ہیں۔

اس کے برعکس اس جاہلی دور میں صالح لوگوں کا بھی ایک گروہ تھا جو ان کے برے کاموں پر ملامت کرتا تھا جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان برے لوگوں میں صالحین کا تذکرہ کیا ہے: "وكانت لهم سنن متأكدة يتلاومون على تركها في مآكلهم ومشربهم ولباسهم وولائمهم وأعيادهم ودفن موتاهم ونكاحهم وطلاقهم وعدتهم واحدادهم وبيوعهم ومعاملتهم....." (حجۃ اللہ البالغہ: ۱/۱۲۷ بحوالہ مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء از پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی ص ۳۴۷)

"ان کے یہاں کھانے پینے، لباس و وضع، خوشی وعید، مردوں کی تدفین، نکاح وطلاق، عدت و سوگ اور بیوع و معاملات میں پختہ طور طریقے تھے جن کے ترک پر صالحین انہیں ملامت کرتے تھے"۔

پروفیسر مظہر یٰسین صدیقی نے ان صالحین کا نام بھی اپنی کتاب "مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء" میں ذکر کیا ہے۔

"جن اصحاب کے شراب سے پرہیز کرنے کا ذکر ملتا ہے ان میں حضرات ورقہ بن نوفل اسدی، زید بن عمرو بن نفیل عدوی کے علاوہ متعدد حضرات شامل ہیں اور ان میں بعض اکابر قریش جیسے عبدالمطلب ہاشمی، شیبۃ بن ربیعہ عبشمی، ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی، حارث بن عبید مخزومی، عبداللہ بن جدعان تیمی، مقیس بن قیس سہمی، ولید بن مغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب کے سب عظیم اکابر قریش و مکہ تھے۔ ان میں حضرت عثمان بن عفانؓ کا نام نامی بطور خاص شامل کیا گیا ہے۔۔۔۔" (مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء ص ۳۶۳)

منشیات و مسکرات کی سنگینی عہد نبوی و خلفاء راشدین کے عہد میں: صدر اسلام سے لے کر ۷ھ تک شراب حرام نہیں کی گئی تھی۔ لوگ پیتے تھے اور اس کا برا اثر کبھی کبھار بہت زیادہ واقع ہوتا تھا۔ ایک محفل میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شراب پی لی کسی نے کہا:

"ألا يا حمز للشروف النواء" (مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، ص: ۳۶۳)

"اے حمزہ موٹی اونٹنیوں کے لیے کیا ہے؟"

اس وقت وہ تلوار لے کر اٹھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دو اونٹنیوں کے پیٹ پھاڑ دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کی اونٹنیوں کے پیٹ پھاڑ دیئے گئے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھاگے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پورا ماجرا سنایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس جا کر ان کی ملامت کرنی شروع کی اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نشے میں تھے اور آپ کی آنکھیں سرخ تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہ اٹھائی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کی طرف دیکھا، پھر نگاہ اٹھائی اور آپ کی ناف کو دیکھا، پھر نگاہ اٹھائی اور آپ کے چہرے کو دیکھا پھر انہوں نے کہا: هل انتم الا عبيد ابي" (صحیح سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والامارۃ والفئی، باب فی مواضع الخمس، رقم الحدیث 2986) "تم سب میرے باپ کے غلام ہو" تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے جان لیا کہ وہ نشے میں ہیں اور آپ پیچھے ہو کر نکل گئے۔

اس واقعہ مذکورہ سے پتہ چلتا ہے کہ نشہ آور اشیاء کتنی خطرناک ہیں؟ ان کے استعمال کے بعد ماحول کب خراب ہو جائے؟ اور اس کی پاداش میں کتنے مال اور کتنی جانیں چلی جائیں؟ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''صنع لنا عبدالرحمن بن عوف طعاما فدعانا وسقانا من الخمر فأخذت الخمر منا وحضرتِ الصلوة فقد مونی فقرأت قل یا ایھا الکافرون لأأعبد ما تعبدون و نحن نعبد ما تعبدون. قال فأنزل الله تعالیٰ: یا أیھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلاة وأنتم سکاریٰ حتی تعلموا ما تقولون ''(صحیح سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب: ومن سورۃ النساء، رقم الحدیث 3026)

''عبدالرحمٰن بن عوف نے ہمارے کھانا تیار کیا اور ہمیں کھانے کے بلایا اور شراب بھی پلائی اور ہمیں نشہ چڑھ گیا، انہوں نے مجھے نماز کے لیے آگے بڑھا دیا، میں نے سورہ قل یا ایھا الکافرون کی تلاوت کی، میں نے اس میں ''ونحن نعبد ما تعبدون'' پڑھا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

''اے ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ جو کچھ کہہ رہے ہو اسے جان لو''۔(سورۃ النساء:۴۳)

منشیات ومسکرات کے نقصان دہ پہلو کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر بن خطاب اور معاذ بن جبل اور دوسرے کچھ انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے بارے میں پوچھنے گئے اور کہا: '' اللھم بین لنا فی الخمر بیانا شفاء فنزلت الآیة التی فی البقرة یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر الآیة قال فدعی عمر فقرئت علیه، قال اللھم بین لنا فی الخمر بیانا شفاء فنزلت الآیة التی فی النساء یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی فدعی عمر فقرئت علیه ثم قال اللھم بین لنا فی الخمر بیانا شفاء فنزلت الآیة التی فی المائدة انما یرید الشیطان أن یوقع بینھم العدواة والبغضاء فی الخمر والمیسر الی قوله فھل أنتم منتھون فدعی عمر فقرئت علیه فقال انتھینا انتھینا''۔
علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

''اے اللہ! شراب کے بارے میں صاف صاف بیان فرما تو سورۃ بقرہ کی آیت یسئلونک عن الخمر و المیسر قل فیھما اثم کبیر الآیۃ نازل ہوئی اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور آپ کے سامنے وہ آیت سنائی گئی، انہوں نے پھر کہا اے اللہ! شراب کے سلسلے میں ہمارے لیے صاف صاف بیان فرما۔ تو اس وقت سورۃ نساء کی یہ آیت اتری: ''یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی''۔ آپ کو بلایا گیا اور آپ کے سامنے وہ آیت پڑھی گئی۔ پھر انہوں نے کہا: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں صاف صاف بیان فرما! تو وہ آیت اتری جو سورہ مائدہ میں ہے: ''اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ'' اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور آپ کے سامنے اس آیت کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپ نے کہا: ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے۔

جب یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ '' آیتیں اتریں جن میں شراب کی حرمت کے بارے میں آخری حکم ہے تو مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی بہہ رہی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب پینے سے توبہ کر لی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی حرمت اور پینے والوں کے بارے میں جہنم کی وعید سنائی۔ اب کوئی صحابی شراب نہیں پیتا تھا۔ آپ کے زمانے میں اکا دکا واقعات کے علاوہ کوئی واقعہ نہیں پیش آیا۔ جس نے پیا تو آپ نے اس کو سزا دی۔ حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے کوڑے لگائے۔ صحیح مسلم میں ہے:

''أن النبی صلی الله علیه وسلم اتی برجل قد شرب الخمر فجلده بجر یدتین نحو أربعین قال: وفعله أبو بکر فلما کان عمر استشارا الناس فقال عبدالرحمن: أخف الحدود ثمانین فأمر به عمر''(صحیح مسلم کتاب الحدود، باب حد الخمر، رقم الحدیث:1706)

''کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی، آپ نے اسے دو چھڑیوں سے چالیس چھڑیاں ماریں۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کام کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا: جب عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے لوگوں سے مشورہ لیا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: حدود میں سب سے ہلکا حد اسّی کوڑے ہیں تو اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی کوڑے کا حکم دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے ہی لگوائے ہیں۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر کوفہ میں ان کی گورنری میں شراب پینے کا الزام لگایا گیا۔ آپ کو مدینہ میں طلب کیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حد جاری کرنے کے لیے کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوڑا مارنے کا حکم دیا۔ انہوں نے انکار کیا۔ اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن جعفر بن طیار رضی اللہ عنہ کو کوڑا مارنے کا حکم دیا۔ جب وہ مارنے لگے تو آپ نے گننا شروع کیا۔ جب وہ چالیس تک پہونچے تو فرمایا: ''أمسک ثم قال: جلد النبی صلی الله علیه وسلم أربعین وجلد أبوبکر أربعین وعمر ثمانین وکل سنة وھذا أحب الی''(صحیح مسلم:1707)

منشیات و مسکرات کی سنیگنی اس زمانہ جدید میں:

پہلے زمانے کے مقابلے میں آج اس دور جدید میں منشیات ومسکرات کی تعداد

انتہا پر ہے اور یہ انسانیت کے لیے مستقل خطرہ بنی ہوئی ہیں۔ اسلام نے دھیرے دھیرے ان بری وگندی اور عقل وجسم کو برباد کرنے والی چیزوں پر پابندی لگائی تھی یہاں تک کہ سات سال میں پورا معاشرہ منشیات ومسکرات سے بالکل پاک وصاف ہوگیا تھا البتہ اکادکا واقعات اس کے استعمال کے سلسلے میں ملتے ہیں۔ اور جوں جوں زمانہ عہد نبوی اور عہد خلفاء راشدین سے دور ہوتا گیا ان کا استعمال بڑھتا گیا اور وہ خطرہ بنتے گئے اور اس جدید دور میں جب سائنس کا رواج بڑھتا گیا میڈیکل سائنس میں بھی محیر العقول ترقیاں ہوئیں اور ان کی وجہ سے ڈرگس کمپنیاں بھی قائم ہوئیں اور انہوں نے ایسی نشیلی اور بہت دیر تک چاق وچوبند رکھنے والی دوائیں تیار کیں جن سے نئی نسلیں برباد ہو رہی ہیں۔

پوری دنیا میں منشیات کے استعمال کا اعداد و شمار: ۱- پوری دنیا میں ۲۲ کروڑ منشیات کے عادی۔

۲- سب سے زیادہ نشہ کے عادی ایشیا کے لوگ۔

۳- بعض ملک میں منشیات کی وجہ سے ایک گاؤں میں اتنے لوگوں کا انتقال ہوگیا کہ اسے ''ولیج آف وڈوز'' کہا جاتا ہے۔

۴- پاکستان میں سات ملین لوگ نشہ کے عادی۔

۵- یورپ میں منشیات کی چاہت رکھنے والے 75% لوگ

۶- UNODC کے تازہ ترین ڈیٹا کے مطابق پوری دنیا میں منشیات (اشیاء، دوائیں) کے عادی لوگوں کی عمریں۔

۲۵ برس ے ۲۹ برس تک کے لوگ

۱۵ برس سے ۲۴ برس تک کے لوگ

۷-...کروڑ ۲۲ لاکھ بھنگ کے عادی

۸- ایک کروڑ بیس لاکھ کوکین کے عادی

۹- دو کروڑ پچاس لاکھ ایم فیٹامائز کے عادی

۱۰- ایک کروڑ پچاس لاکھ افیون کے عادی

۱۱- ایک کروڑ پچاس لاکھ ہیروئن کے عادی

منشیات کے استعمال کے اسباب:

ماحول: آنے والی نسلوں کا ماحول بناتا اور بگاڑتا ہے۔ ماحول صاف ستھرا اور صالح ہے تو سماج کے نونہال ویسے ہی صاف ستھرے اور صالح پیدا ہوں گے اور اگر ماحول خراب ہے اور اخلاقی اقدار پامال ہیں تو لامحالہ نئی نسل اسی ڈگر پر چلنا شروع کردے گی اور پھر صالح معاشرے کی تشکیل رک جائے گی۔

ڈپریشن ذہنی تناؤ: لوگ جب ذہنی تناؤ کا شکار ہوتے ہیں چاہے وہ گھریلو پریشانیوں سے عاجز ہوں یا کاروبار کی پریشانیوں یا نوکریوں یا کھیتی باڑی کی پریشانیوں سے عاجز آجاتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو آرام پہونچانے کے لیے منشیات کا استعمال کرنا شروع کردیتے ہیں۔

خطرات سے کھیلنے کی چاہت:

جو لوگ خطرات سے کھیلنا چاہتے ہیں چاہے وہ اس میں دلچسپی رکھتے ہوں یا زبردستی انہیں اس کی طرف مجبور کیا جاتا ہے تو ایسے لوگ منشیات کا استعمال کرتے ہیں۔

موج مستی: نوجوان طبقہ موج مستی کا شوقین ہوتا ہے۔ سرور بیخودی کی خاطر وہ منشیات کا استعمال کرتا ہے اور اپنے اوقات ضائع کرتا ہے اور بڑی عمر کے لوگ بھی موج مستی کی خاطر ان کا استعمال کرتے ہیں۔

دوسروں سے الگ نظر آنے کے لیے: کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو معاشرہ سے الگ نظر آنے کے لیے اور اپنے آپ کو ایڈوانس اور ترقی یافتہ طبقہ میں شمار کروانے کے لیے منشیات کا استعمال کرتے ہیں۔

برق رفتار زندگی کا مقابلہ کرنے کے لیے:

آج کی اس ترقی کرنے والی قوموں کے شانہ بشانہ چلنے کے لیے یا اس کا مقابلہ کرنے کے لیے لوگ منشیات کا استعمال کرتے ہیں۔

منشیات کے نقصانات: عالمی ادارہ صحت نے کہا ہے کہ ۲۰۳۰ء تک صرف سگریٹ نوشی کے باعث مرنے والوں کی تعداد کروڑوں ہوگی۔

مرکزی وزارت صحت اور خاندانی بہبود کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں ہر چھ سیکنڈ اور ہندوستان میں ہر دو منٹ میں موت کی وجہ تمباکو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: ''قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ كَبِیْرٌ'' (البقرہ:۲۱۹) آپ کہہ دیجئے کہ شراب اور جوئے میں بہت زیادہ نقصانات ہیں۔

''اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ'' (المائدۃ:۹۰)

یقیناً شرب، جوا، استھان اور پانسے گندگیاں ہیں اور شیطان کے کام ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انه لیس بدواء ولكنه داء'' یہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الأشربه، باب التداوی بالخمر، رقم الحدیث: 1984)

منشیات کا تدارک: والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو منشیات سے دور رکھیں، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ منشیات کے کاروبار کرنے والوں پر روک لگائے اور اس کی فیکٹریوں کو بند کرے۔ سماجی تنظیموں کی ذمہ داری یہ ہے کہ معاشرہ میں اس کے تدارک کے لیے مہم چلائے اور لوگوں کو بیدار کرے۔ اسکول والوں اور ان کے ذمہ داروں کی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ طلباء کی پرورش وپرداخت پر اور ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دیں اور انہیں مخربِ اخلاق باتوں سے روکیں۔ جو لوگ منشیات کے عادی ہوچکے ہوں انہیں چاہئے کہ وہ ان کے قریب نہ جائیں اور مزید یہ کہ وہ مرغوب وپسندیدہ چیزوں کے نہ ملنے پر صبر کریں۔ اسی طرح وہ منشیات کے چھوڑنے کے لیے کسی ڈاکٹر سے مشورہ لیں۔

☆☆☆

محمد بن قاسم اور مذہبی رواداری

نعمت اللہ عقیل

تاریخ شاہد ہے کہ جب کوئی فاتح قوم کسی علاقے کو فتح کرتی ہے تو وہاں کے باشندگان کا جینا دوبھر کر دیتی ہے۔ معزز اشخاص وافراد کو مختلف طریقوں سے ذلیل و خوار کیا جاتا ہے، ظلم وستم اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا جاتا ہے، زمین میں فساد برپا کیا جاتا ہے۔

اسلام مذہبی رواداری، اعتدال، اور عدم تشدد کا حامل دنیا کا پہلا مذہب ہے، جنہوں نے نہ صرف اہل کتاب، بلکہ غیر اہل کتاب کے ساتھ بھی، رواداری کا سلوک روا رکھا، اور اس کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ مذہبی رواداری کا بھی یہی مفہوم ہے کہ سب کو اپنے اپنے مذہب پر آزادانہ طور پر عمل کرنے کا اختیار ہو۔

مورخین اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ، مسلمان قوم نے جب جب کسی علاقے یا خطے کو فتح کیا، وہاں امن وسلامتی قائم کی گئی۔ خوش گوار ماحول بنایا گیا۔ وہاں کے عزت دار لوگوں کو منصب اعلیٰ پر مامور کیا گیا، یہی نہیں بلکہ ان کو اپنے مذہب پر عمل تک کرنے اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے تک کا اختیار دیا گیا۔ اس کی ایک اعلیٰ مثال محمد بن قاسم ثقفی کی زندگی میں ہمیں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ جب انہوں نے اپنی قیادت میں سندھ کو فتح کیا تو وہاں پر جہاں تک ممکن تھا، لوگوں کو ان کے حقوق دیے، روزمرہ زندگی میں مختلف طرح کے اختیارات دیے، ماحول کو خوش گوار بنایا، اتحاد و اتفاق پیدا کیا اور مکمل طور پر امن وامان قائم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب محمد بن قاسم ثقفی وہاں سے واپس جانے کا مکمل ارادہ کیا تو وہاں کی رعایا آپ کی محبت میں ڈوب کر فریاد کرنے لگی، رونے لگی، بلکنے لگی، گزارش کرنے لگی کہ آپ جیسا قائد آج تک ہمیں نظر نہ آیا؟ آخر آپ کیوں جا رہے ہیں؟ آپ کی حکمرانی میں اپنی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔

محمد بن قاسم ثقفی نے جہاں ایک طرف فتوحات کا دائرہ وسیع کیا وہیں دوسری جانب انھوں نے انتظام وانصرام کا خاص خیال رکھا اور خصوصاً انتظامیہ امور میں مذہبی رواداری کو خصوصی اہمیت دی۔ چنانچہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن "ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر میں" لکھتے ہیں:

''محمد بن قاسم نے سندھ فتح کرنے کے بعد یہاں کی غیر مسلم رعایا کو وہی حیثیت دی جو صحابہ کرامؓ نے اہل فارس کو دی تھی، یعنی ان کو شبہ اہل کتاب تسلیم کیا، جس کے معنی یہ ہیں کہ دو باتوں نکاح اور ذبیحہ کے علاوہ تمام امور میں ان کے ساتھ اہل کتاب کا برتاؤ کیا جائے۔ ان کے مندروں کی حیثیت ایران کے آتش کدوں کی طرح رکھی گئی اور جس طرح صحابہ کرامؓ نے آتش کدے نہیں توڑے تھے، اسی طرح مندر بھی محفوظ رہنے دیے گئے۔''(۱)

اسی طرح عبدالحلیم شررؔ رقم طراز ہیں:

''محمد بن قاسمؒ کے حالات پر اہل ہند نے بہت آہ وزاری کی کیونکہ اس کی شجاعت اور اخلاق کی بدولت عام لوگوں کو اس کے ساتھ بہت محبت ہوگئی تھی۔''(۲)

اس ضمن میں اعجاز الحق قدوسی نے لکھا ہے:

''سندھیوں نے محمد بن قاسمؒ کی وفات کی خبر سن کر بڑا ماتم کیا، اور ان کے اخلاق واوصاف کو یاد کر کے روتے رہے، پھر شہر کیرا، یا، کیرج میں انہوں نے محمد بن قاسم کا ایک اسٹیچو بنا کر نصب کر دیا۔''(۳)

جہانگیر کی تاریخ نامہ کتاب میں مورخ بنی پرساد لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں حکومت کے مقبول ہونے کے لئے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ اس کے باشندوں کو مذہبی فرائض انجام دینے اور عبادت کرنے کی آزادی حاصل ہو۔ ہندوستان کے مسلم حکمرانوں نے مذہبی رواداری کی اہمیت کو بہت جلد محسوس کر لیا تھا، اور اپنی حکمت عملی اس کے مطابق بنائی۔ آٹھویں صدی میں محمد بن قاسم نے سندھ میں اپنی حکومت کا جو نظم ونسق قائم کیا، وہ اعتدال اور رواداری کی روشن مثال ہے۔''(۴)

مذکورہ بالا تاریخی حوالے اور تفصیلات سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک طرف محمد بن قاسم ثقفی شجاعت کے مالک اور عادلانہ کردار کے علمبردار تھے تو وہیں دوسری جانب محمد بن قاسم ثقفی نے کس طریقے سے مذہبی رواداری کو ملحوظ خاطر رکھا کہ وہاں کے غیر مسلم طبقے نے آپ کے جانے پر آنسو بہائے۔ اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے کہ محمد بن قاسم ثقفی کے جانے کے بعد آپ کا مجسمہ بنایا گیا (جب کہ شریعت میں کسی جاندار کا مجسمہ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔) تاکہ آپ کو یاد رکھا جائے۔ اپنی جان سے بھی زیادہ آپ کو چاہنے والے اور محبت کرنے والے لوگ موجود تھے۔ یہ محبت ورواداری کی اعلیٰ مثال تھی۔

حوالہ جات: (۱) سید، صباح الدین عبدالرحمٰن، ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، پریس اعظم گڑھ، یوپی، 1970 صفحہ 39 (۲) شرر، محمد عبدالحلیم، تاریخ سندھ، دلگداز پریس لکھنؤ، یوپی 1907 صفحہ 248 (۳) قدوسی، اعجاز الحق، تاریخ سندھ، حصہ اول، مرکزی اردو بورڈ لاہور، صفحہ 229 (۴) ہسٹری آف جہانگیر، لند (ایم اے، پی ایچ ڈی، ڈی ایس سی)، بنی پرساد، دی انڈین پریس الہ آباد لمیٹڈ، 1930، صفحہ 89 ,88

☆☆

تعارف وتبصرہ

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو

کتاب مستطاب ''تذکرۂ علمائے اہل حدیث مئو''

کتاب مستطاب ''تذکرۂ علمائے اہل حدیث مئو'' فاضل گرامی مولانا محمد مقتدی اثری عمری/ حفظہ اللہ کی قابل قدر تصنیف ہے، موصوف نے تیرہویں صدی ہجری سے رواں پندرہویں صدی ہجری تک کے مرحوم علمائے اہل حدیث مئو ناتھ بھنجن کا جامع تذکرہ مرتب فرمایا ہے، علمائے اہل حدیث مئو کے حالات وسوانح پر مشتمل ایک جامع کتاب کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی موصوف نے یہ خلا پر کرکے ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے، بقول شاعر ؎

اہل خرد تو بیٹھے سبھی سوچتے رہے
دیوانہ ایک بڑھ کے بڑا کام کر گیا

موصوف کی یہ کامیاب کاوش یقیناً لائق صد تحسین وتبریک ہے۔

اور فاضل مولف کا یہ بڑپن ہے کہ انھوں نے مجھ ناچیز سے یہ فرمائش کی کہ کتاب میں دوران مطالعہ اگر کچھ خامیاں نظر آئیں تو ان کی ضرور نشاندہی کریں گے۔ چنانچہ میں اسی حکم کی تعمیل میں چند فروگذاشتوں کی نشاندہی کی جرأت کررہا ہوں۔

کسی شخصیت یا کتاب کے بعض نقائص اور خامیوں کی بغرض اصلاح نشاندہی اس کی تنقیص نہیں ہے، بلکہ درحقیقت یہ بھی اس کی قدردانی کا ایک پہلو ہے، متنبّی کہتا ہے ؎

من ذالذی ترضی سجایاہ کلها
کفی المرأ نبلا أن تعد معائبه

ان فروگذاشتوں کی نشاندہی اور ملاحظات سے مقصود محض اصلاح ہے۔ان أريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقي الا بالله کل ملاحظات کی تعداد تقریباً چالیس ہے، ان ملاحظات کی ایک کاپی مؤلف کتاب کی خدمت میں بہت پہلے پیش کردی گئی ہے۔ چند ملاحظات بطور نمونہ مشتے از خروارے نذر قارئین کئے جارہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

☆ ص۱۴: مولف موصف نے کتاب کے اپنے مقدمہ میں مئو ناتھ بھنجن کا مختصر تعارف پیش کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یہ ضلع اعظم گڑھ کا ایک قصبہ تھا سنہ ۱۹۸۹ء میں اسے ضلع بنایا گیا۔'' یہ سہو ہے، مئو سنہ ۱۹۸۹ء میں نہیں بلکہ سنہ ۱۹۸۸ء میں ضلع بنایا گیا ہے۔

☆ اسی صفحہ میں رقم طراز ہیں کہ ''میں نے اس تذکرہ میں بارہویں صدی ہجری سے چودہویں صدی ہجری تک کے تقریباً ایک سو سے زائد علمائے اہل حدیث کا ذکر کیا ہے۔'' یہاں صدی کی معرفت وتعیین میں غلطی ہوگئی ہے، کتاب میں مئو کے سب سے متقدم اور قدیم العہد جس عالم کا تذکرہ لکھا گیا ہے، وہ ہیں راس العلماء مولانا فیض اللہ مئوی رحمۃ اللہ علیہ جن کا سنہ پیدائش ۱۲۳۰ھ ہے، جیسا کہ اسی کتاب کے صفحہ ۳۴۵ میں مرقوم ہے، یعنی آپ بھی بارہویں صدی ہجری کے نہیں بلکہ تیرہویں صدی ہجری کے ہیں۔

اسی طرح کتاب میں پندرہویں صدی ہجری کے بہت سے علماء کا تذکرہ مرقوم ہے، مثلاً: مولانا عبدالحکیم مجاز اعظمی متوفی سنہ ۱۴۳۳ھ، مولانا عبیدالرحمٰن مدنی متوفی سنہ ۱۴۳۲ھ، مولانا حافظ نثار احمد فیضی متوفی سنہ ۱۴۴۱ھ، مولانا عزیز الحق عمری متوفی سنہ ۱۴۴۲ھ، وغیرہ وغیرہ، اس لئے یہ تعبیر صحیح یوں لکھنا تھا، ''تیرہویں صدی ہجری سے پندرہویں صدی ہجری تک کے...''

☆ ص۴۴: مؤلف موصوف لکھتے ہیں: ''مجاہد اعظم حضرت مولانا اسماعیل شہید (م۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)'' حالانکہ یہ سنہ وفات مولانا شہید کا نہیں بلکہ شیخ الکل میاں صاحب کا ہے، مولانا اسماعیل شہید کی شہادت ذوالقعدہ سنہ ۱۲۴۶ھ مطابق مئی سنہ ۱۸۳۱ء میں ہوئی ہے، دونوں بزرگوں کی وفات کی یہ تاریخیں معروف ہیں۔اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا سنہ وفات ۱۱۷۲ھ لکھا ہے۔ حالانکہ صحیح سنہ ۱۱۷۶ھ ہے۔ جو معلوم ومعروف بھی ہے۔ ملاحظہ ہو ص۴۳

☆ ص۷۸: محترم فاروق اعظمیؒ (جلگاؤں) کے تاثرات میں مرقوم ہے: ''مولانا سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ نے قریب سوسال عمر پائی اور سوا سو سال تک حدیث اور ترویج واشاعت حدیث کی خدمات انجام دیں۔'' یہ فاروق اعظمی صاحب کی غلطی نہیں ہوسکتی بلکہ یہ کتابت وتصحیح کی غلطی ہے، جس کی ذمہ داری مولف پر عائد ہوتی ہے۔ فاروق اعظمی صاحب نے ''ساٹھ سال تک...خدمات انجام دیں'' لکھا ہوگا۔

☆ ص۸۹: مولانا حافظ احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ کے شروع میں رقم طراز ہیں: ''شہر کے پچھمی حصہ میں حافظ صاحب کی ولادت ہوئی، بسیار جستجو کے بعد بھی آپ کی ولادت کا یقین نہ ہوسکا'' معلوم نہیں یہ کمپوزنگ وتصحیح کی غلطی ہے یا مولف کا سہو قلم ہے، شاید مولف موصوف یہ لکھنا چاہتے رہے ہوں گے: ''تاریخ ولادت کا یقینی علم نہ ہوسکا''۔ لیکن

☆ ص۴۱۰: یہی فروگذاشت مولانا محمد ابراہیم (جدامجد مولانا عزیز الحق عمری) کے تذکرہ میں بھی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''مولانا محمد ابراہیم کی ولادت کا علم نہ ہوسکا''

☆ ص۴۳۰: مئو کے ایک مشہور شاعر وہمی رحمانی کے والد مولانا محمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں کچھ یوں رقم طراز ہیں: ''آپ مشہور شاعر عبداللہ وہمی رحمانی شاگرد فضا ابن فیضی کے والد مولانا ابوالمعالی فیضی (م سنہ ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء) ہیں۔''

خط کشیدہ حصہ حشو اور بے جوڑ ہے۔ وہمی رحمانی کے والد مولانا محمد رحمانی ہیں۔

☆ ص۵۰۹ و۵۱۴، ۵۵۳: فاضل مولف نے شیخ الکل میاں صاحب کے متعدد مئوی تلامذہ مولانا محمد سلیمان صاحب (مرزاہادی پورہ) مولانا اسحٰق (کوپاگنج)

مولانا نور محمد کوٹھا کے اسمائے گرامی کے ساتھ ''رحمانی'' لکھا ہے۔ یہ نسبت میرے سمجھ میں نہیں آئی۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ لاحقہ ''دارالحدیث رحمانیہ'' دہلی کی نسبت سے تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ سب ''دارالحدیث رحمانیہ'' کے قیام سے پہلے کے فارغین علماء ہیں، پھر میرے دل میں یہ بات آئی کہ ہوسکتا ہے مولف موصوف نے کسی اور تعلق ونسبت سے انھیں رحمانی لکھا ہو۔ لیکن مولانا محمد سلیمان صاحب (مرزاہادی پورہ) کے تذکرہ میں یہ وضاحت وصراحت پڑھ کر سخت تعجب ہوا، لکھا ہے کہ ''...دوردراز کے طلبہ جن کو علم حدیث میں کمال پیدا کرنے کا شوق ہوتا وہ سب سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی درسگاہ کا قصد کرتے تھے، مولانا کو بھی شوقِ حدیث نے یہ موقع فراہم کیا اور دہلی کے لئے شدرحال فرمایا، اور ''دارالحدیث رحمانیہ'' دہلی کا نصاب کامل پڑھ کر سند فراغت حاصل کیا۔''

اس وضاحت وصراحت سے معلوم ہوا کہ ان تلامذۂ میاں صاحب کو ''دارالحدیث رحمانیہ'' دہلی ہی کی نسبت سے ''رحمانی'' لکھا گیا ہے، یہ ایک بڑی تاریخی فروگذاشت ہے، ''دارالحدیث رحمانیہ'' نہ میاں صاحب کی درسگاہ ہے، نہ میاں صاحب کے زمانہ کی کوئی درسگاہ ہے، ''دارالحدیث رحمانیہ'' دہلی میاں صاحب کی وفات سنہ ۱۹۰۲ء کے بعد خود مولف کے بیان کے بموجب سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۳۹ھ میں قائم ہوا تھا، (ص ۵۲) اور یہ تلامذہ ظاہر ہے کہ میاں صاحب سے سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے پڑھ کر فراغت وتکمیل کر چکے تھے۔

☆ ص ۵۶۶: صدیق حمیم مولانا حافظ نثار احمد فیضی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں مرقوم ہے: ''مولانا موصوف کے سب سے قریبی ''ہم سبق'' ساتھی اور دوست مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی...''

بہت سے لوگ ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ حافظ صاحب میرے ہم سبق ساتھی تھے، لیکن یہ غلط فہمی ہے، صحیح یہ ہے کہ حافظ نثار احمد صاحب اور حافظ محمد اسماعیل صاحب چونکہ حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد عربی درجات میں آئے تھے، اس لئے یہ دونوں اس ناچیز سے عمر میں بالترتیب چار وتین سال سینئر ہونے کے باوجود عربی درجات میں ایک دو سال جونیئر تھے، مدرسہ فیض عام سے ناچیز کی فراغت سنہ ۱۹۶۶ء میں ہوئی ہے، اور حافظ نثار صاحب کی فراغت ایک سال بعد سنہ ۱۹۶۷ء میں ہوئی ہے، حافظ نثار صاحب کی پیدائش سنہ ۱۹۴۲ء کی ہے، اور حافظ اسماعیل کا سنہ پیدائش سنہ ۱۹۴۳ء ہے، اور راقم الحروف کی پیدائش سنہ ۱۹۴۶ء کی ہے۔ یہ سنین واقعی ہیں اور تعلیمی اسناد میں بھی یہی درج ہیں۔

حافظ نثار احمد فیضی صاحب بلاشبہ میرے سب سے قریبی، بے تکلف اور مخلص دوست تھے، عربی ابتدائی درجات سے رفاقت ودوستی کا رشتہ جو استوار ہوا، وہ تاحیات قائم وخوش گوار رہا، تا آنکہ حافظ صاحب کا ۲۶/فروری ۲۰۲۰ء مطابق یکم رجب سنہ ۱۴۴۱ھ کو زندگی سے بھی ریٹائرمنٹ ہوگیا، رفتید و لے نہ از دل ما۔

كـنـا كـنـدمـانـي جـذيـمة حـقبة
مـن الـدهـر حتـى قيـل لـن يتـصـدعـا

فـلـمـا تـفـرقـنـا كـأنـي ومـا لـكـا
لـطـول اجتـمـاع لـن نبـت ليـلة مـعـا

اللهم اغفرله وارحمه واكرم نزله ووسع مدخله وارفع درجاته في جنات النعيم آمين

آمـيـن آمـيـن أرضـى بـواحـدة
حتـى أضيف اليـه ألف آميـنـا

کتاب میں متعدد علمائے اہل حدیث مئو کا تذکرہ چھوٹ گیا ہے، خصوصاً مولانا عبدالاحد (سابق ناظم جامعہ عالیہ) کا تذکرہ نہ لکھا جانا افسوس ناک ہے، آپ کوئی گمنام نہیں، مئو کے معروف، باوقار اور بزرگ عالم تھے۔ مدرسہ عالیہ کے ابتدائی دور کے اساتذہ میں سے تھے، کوئی چالیس برس تک مدرسہ عالیہ کے ناظم رہے، سنہ ۱۹۸۰ء میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

مولف موصوف نے اپنے برادر بزرگ مولانا احمد مجتبیٰ سلفی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں مجھ ناچیز پر ایک بڑا اکرم فرمایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کرم فرمائی کے بارے میں بھی چند سطریں لکھ دوں۔

مولانا احمد مجتبیٰ سلفی کا بیرون ہند کے کسی ادارہ سے محترم مولانا شبیر احمد مدنی حفظہ اللہ، ناظم ''معہد السنہ'' (اٹوا بازار) کے اشراف میں ابتعاث منظور ہوا، مولانا مدنی نے اپنے اشراف میں مولانا سلفی کا ''مقرعمل'' مدرسہ فیض عام کو قرار دیا۔ مولانا سلفی فیض عام میں پڑھانے لگے اس قسم کے ابتعاث کا قاعدہ اور دستور یہ رہا ہے کہ خود مبعوث اپنے تعلیمی ودعوتی کاموں کی تقریر یعنی رپورٹ تیار کرنے اور اپنے مشرف کی خدمت میں بھیجنے کا مکلّف ہوتا ہے، حسب ضابطہ مولانا سلفی بھی اپنے کاموں کی تقریر تیار کرتے رہے اور اپنے مشرف کو بھیجتے رہے، مشرف صاحب متعلقہ ادارہ کو بھیج دیتے تھے، اور آگے کی کارروائی ہوتی رہتی۔ مدرسہ کے کسی ذمہ دار ناظم یا صدر مدرس کو رپورٹ نہیں لکھنی ہوتی تھی نہ بھیجنی ہوتی تھی، زیادہ سے زیادہ رپورٹ کی تصدیق کی ضرورت ہوتی تو وہ بلا تامل کردی جاتی تھی۔ یہ تھی واقعی صورت حال۔ اس لئے مولف موصوف نے اپنے برادر محترم مولانا احمد مجتبیٰ سلفی رحمہ اللہ کے کاموں کی رپورٹ لکھنے اور متعلقہ ادارہ کو بھیجنے میں ازراہ حسد کوتاہی کرنے کا جو الزام مجھ ناچیز پر لگایا ہے، وہ بالکل بے بنیاد ہے، سبحانک ہذا بہتان ...مجھے یقین ہے مولانا سلفی مرحوم نے میرے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں کہی ہوگی، یہ مولف موصوف کو کہیں سے ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ **عفا الله عنا جميعا**

کتاب ہذا: ''تذکرۂ علمائے اہل حدیث مئو'' کے مطالعہ اور جائزہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولف کتاب نے مواد کے جمع وتدوین میں خاصی محنت کی ہے، البتہ ضروری تحقیق وتصحیح کا اہتمام نہیں کرسکے ہیں، اس بنا پر بہت سی خلاف تحقیق وخلاف واقع باتیں درآئی ہیں جن پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، امید ہے کہ مولف موصوف کتاب کے طبع ثانی کے وقت اس طرف توجہ فرمائیں گے اور اس کا اہتمام کریں گے۔ قدر الله ذلک وسبحان من لاينسى ☆☆

مولانا عبدالستار سلفی
امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی

آہ! حضرت مولانا محمد زکریا فیضی رحمہ اللہ

کچھ یادیں کچھ باتیں

موت وہ ہے کہ کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

نام ونسب: محمد زکریا بن محمد یحیٰ بن مولانا محمد معصومؒ

مولانا زکریا فیضیؒ کی ولادت موضع دیوبند مئو ضلع پرتاپ گڈھ ۱۹۴۸ء میں ایک علمی اور دینی گھرانے میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے داداجان مولانا محمد معصومؒ وغیرہ سے حاصل کی۔ پھران کا داخلہ سلطان پور میں مدرسہ اسلامیہ میں کرایا گیا وہاں دوسال تک مولانا امام الدین، مولانا عبدالاول، مولانا عبداللطیف اور مولانا کفایت اللہ سے تعلیم حاصل کی دوسال بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ملک کی راجدھانی دہلی میں مدرسہ سبل السلام میں داخلہ لیا اس وقت مدرسہ سبل السلام کے صدر مدرس حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ تھے ان کے علاوہ مولانا منصور صاحب وغیرہ سے دوسال تک کسب فیض کیا پھر دہلی سے اپنے وطن پرتاپ گڈھ لوٹ آئے اس کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو کا انتخاب کیا۔ یہاں دوسال تک حضرت مولانا عبداللہ شائق اور استاذ الاساتذہ واستاذی حضرت علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ اور بعض دیگر علوم وفنون کے ماہر اساتذہ کرام سے کسب فیض کیا۔ پھر فراغت کے لئے جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو میں داخلہ لے یا اور صحیحین اور دیگر کتب حدیث جامعہ اسلامیہ فیض عام میں پڑھا اور یہیں سے ۱۹۷۱ میں فضیلت کی ڈگری حاصل کی۔

ان کے مشہور اساتذہ کرام میں مکتب کے استاذ داداجان مولانا محمد معصومؒ، مدرسہ اسلامیہ کے اساتذہ مولانا امام الدین، مولانا عبدالاول، مولانا عبداللطیف اور مولانا کفایت اللہ، دہلی کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ، مولانا منصور صاحب، مئو دارالحدیث کے اساتذہ حضرت مولانا عبداللہ شائق صاحب اور حضرت العلام مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ، جامعہ اسلامیہ فیض عام کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن فیضی صاحب، حضرت مولانا عبدالسبحان اعظمی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

فکر معاش اور تدریسی خدمات: جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو سے فراغت کے بعد گھر تشریف لائے تو گھر میں ایک حادثہ پیش آچکا تھا آپ کے بھائی کو شرپسندوں نے قتل کردیا تھا، اس سے مولانا محمد زکریا صاحب فیضیؒ کے دل اور پورے خاندان پر بہت گہرا اثر پڑا۔ گھریلو حالات کے پیش نظر آپ نے جلدی تدریسی خدمات کی کمان سنبھال لی۔ اور جنار دیو مدھیہ پردیش ضلع چھندواڑا سے امامت وخطابت کے ساتھ بچوں کی تعلیم وتربیت کے فرائض انجام دیئے۔ فراغت کے بعد آپ نے یہیں سے تدریس کا عمل شروع کیا، اور دوسال تک وہاں رہے اس کے بعد آپ یوپی میں گنج ڈونڈوارہ ضلع ایٹہ میں تدریسی خدمات انجام دیئے اور ڈیڑھ سال تک وہاں ان کا قیام رہا پھر استعفٰی دے کر وطن تشریف لے آئے۔ اس کے بعد ۱۹۷۶ء میں مدھوپور ضلع دیوگھر جھارکھنڈ (سابق بہار) تشریف لائے اور مدرسہ اسلامیہ حاجی گلی مدھوپور (ملحق بہار وجھارکھنڈ بورڈ) میں بحیثیت صدر مدرس منتخب ہوئے اس وقت مدرسہ اور حاجی گلی کی جامع مسجد منکرین حدیث کے قبضہ میں تھی، مولانا خالص کتاب وسنت کے داعی اور جماعتی غیرت وحمیت کے علمبردار تھے۔ مولانا تقریباً آٹھ سال مدرسہ اسلامیہ میں درس وتدریس سے وابستہ رہے۔

دعوتی خدمات: مولانا تدریسی خدمات کے ساتھ خطابت بھی کیا کرتے تھے اور جامع مسجد عیدگاہ پتھر چپٹی میں مستقل جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے دیہات کے لوگ اکثر جمعہ کے دن اسی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے، اسی مسجد سے مولانا محمد زکریا فیضی صاحب کا خطبہ اور تجربہ کار خطیب کی حیثیت سے علاقے میں تعارف ہوچکا تھا، چنانچہ علاقے کے لوگ ان کو ہر چھوٹے بڑے منعقد ہونے والے جلسوں میں بلانے لگے۔ جلسوں میں صدارت بھی فرمایا کرتے تھے اور منکرین حدیث کے خلاف مستقل تقریریں کرتے تھے۔ آپ علاقے میں معروف داعی، خطیب اور مقرر کی حیثیت سے مشہور تھے، چنانچہ ان کے ابتدائی زمانہ میں حضرت العلام مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانیؒ کا ایک اجلاس عام موضع جگواڈیہہ میں منعقد ہوا تھا، جس میں مولانا نے صدارت کے فرائض انجام دیئے تھے۔ ۱۹۸۳ء میں مدرسہ اسلامیہ سے الگ ہونے کے بعد مولانا علاقے ہی میں رہے اور مسجد اور ملازمت کے لئے پٹنہ سے مقدمہ لڑتے رہے لیکن کچھ کرم فرماؤں کی وجہ سے کامیابی نہیں ملی۔

دعوتی سفر: اڑیشہ سے دعوت پر ۱۹۸۷ء میں آپ بحیثیت امام وخطیب

جامع مسجد اہل حدیث جھوم پورہ اڑیشہ تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ شمس العلوم میں دوسال تک درس وتدریس سے وابستہ رہے۔اڑیسہ سے آنے کے بعد مولانا نے جامعہ فیض عام چھاتاپتھر، ولدھابرآباد میں تدریسی سلسلہ شروع کیا اور مسلسل آٹھ سال تک پڑھاتے رہے۔

جامعہ رحمانیہ مدھوپور میں تدریسی خدمات:

جامعہ فیض عام لہرجوری چھوڑنے کے بعد آپ نے جامعہ رحمانیہ مدھوپور میں پڑھانا شروع کیا اور یہاں بھی آپ نے مکمل آٹھ سال تک پڑھایا پھر یہاں سے تدریس سے سبکدوشی کے بعد دعوت وتبلیغ کا کام کرنے لگے، لیکن رمضان المبارک کے ماہ میں برابر مالی تعاون کے لئے جامعہ رحمانیہ مدھوپور کا کام کرتے رہے اور اس وقت تک کرتے رہے جب تک چل پھر سکتے تھے، ابھی کچھ سالوں سے جب پاؤں کی تکلیف زیادہ ہوگئی اور گھٹنے میں زیادہ درد رہنے لگا تو گھر پر رہنے لگے آپ ایک داعی، مبلغ، خطیب اور مدرس کے ساتھ ساتھ مناظر بھی تھے، آپ نے علاقے میں منکرین حدیث سے کئی مناظرے کئے اور سب میں الحمدللہ کامیابی حاصل کی۔

زندگانی تھی تیری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

حج کی سعادت: مولانا سے میرے بہت ہی قریبی تعلقات تھے وہ کئی بار میرے گھر دہلی بھی تشریف لا چکے تھے اور جب میں کلیۃ التربیۃ السّلفیہ للبنات مدھوپور میں موجود ہوتا تو برابر ملاقات کے لئے تشریف لایا کرتے اور گھنٹوں جماعت وجمعیت اور علاقے کے احوال وظروف سے متعلق باتیں ہوتیں ان کو کتابوں کا بڑا شوق تھا جب میں دہلی سے مدھوپور جاتا تو ان کے لئے ضرور کوئی نئی کتاب لے لیتا وہ سب سے پہلے یہی پوچھتے تھے کہ اس بار کون سی کتاب لے کر آئے ہیں۔ وہ نئی کتاب پاکر بڑے خوش ہوتے اور دعائیں دیتے۔

۲۰۱۱ء میں میری کوشش اور تعاون سے انھوں نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اس سفر میں میں خود بھی اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ سفر حج پر تھا۔لیکن مکۃ المکرّمۃ میں ان کا قیام عزیزیہ میں تھا اور میرا قیام حرم شریف سے قریب مسجد بن لادن کے پاس تھا حرم شریف میں ان سے ملاقات ہوجایا کرتی تھی، ٹیلیفون نمبر ایک دوسرے کا رکھے ہوئے تھے ایک دن کہنے لگے مولانا منہ سے برابر خون آنا شروع ہوگیا ہے میں نے کہا اے سی میں نہ سویا کریں بلکہ ہوسکے تو پنکھا ہی سے کام چلائیں خون آنا بند ہوجائے گا انہوں نے اس پر عمل کیا اور خون آنا بند ہوگیا، مدینہ منورہ میں بھی میری اور ان کی رہائش گاہ قریب تھی۔

اخلاق وعادات: مولانا خوش مزاج بااخلاق، مہمان نواز اور لوگوں سے ان کے بڑے اچھے مراسم تھے چھوٹے بڑے سب سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتے تھے، معاملات میں سلجھا ہوا انداز اختیار کرتے تھے۔ ان سے متعلق مولانا سالک بستوی نے کیا خوب لکھا۔

بڑے خوش خلق تھے وہ زکریا فیضی میرے مولا
سدا جھیلی ہے انھوں نے گردش دوراں کی الجھن

وفات: علم وعمل کا یہ آفتاب بتاریخ ۳۰اگست ۲۰۲۱ مطابق ۲۰محرم الحرام ۱۴۴۳ھ بروز سوموار چھ بجے صبح جھارکھنڈ کی راجدھانی رانچی کے مشہور اسپتال ریمس میں برین ہمریج کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔۳۱ اگست ۲۰۲۱ بروز منگل صبح نو بجے پناہ کولہ قبرستان مدھوپور جھارکھنڈ میں تدفین ہوئی۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ، دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۳ کا)

(۱) حق جوار (۲) حق اسلام

۳- پڑوسی اگر قریبی ہے اور مسلمان نہیں، تو اس کے یہی دو حق ہیں۔ (۱) حق جوار (۲) حق قرابت

۴- پڑوسی قریبی نہیں ہے اور نہ ہی مسلمان ہے، تو اس کا ایک حق ہے، وہ ہے حق جوار

۹- عام مسلمانوں کے حقوق:

مسلمان سے سلام کرنا، دعوت دے تو قبول کرنا، نصح وخیر خواہی کا طالب ہو تو اس کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی کرنا، جب چھینک آئے اور الحمدللہ کہے تو تشمیت یعنی یرحمک اللہ کہنا، بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کرنا، وفات پاجائے تو جنازہ میں شرکت کرنا، اس سے ہر طرح کی اذیت اور تکلیف کو دور کرنا وغیرہ عام مسلمانوں کے حقوق ہیں، ان کے علاوہ ایک مسلمان پر مسلمان کے حقوق بہت ہیں، اس کا جامع معنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ ''المسلم اخو المسلم ''میں پنہاں ہے، کیونکہ مسلمان جب بھی اس اخوت کے تقاضے اور حیثیت کو سمجھے گا تو ہر چیز کی تحقیق وجستجو کرے گا اور ہر اس چیز سے باز رہے گا جو اس کے لئے مضر اور ضرر رساں ہے۔

۱۰- غیر مسلم کا حق:

مسلمان حکمراں پر واجب ہے کہ غیر مسلم افراد کے جان ومال اور عزت وآبرو کے باب میں اسلام کے حکم کا فیصلہ کریں، ان پر ان حدود کو نافذ کریں جن کی تحریم وحرمت کے وہ معتقد ہوں، ان کی حمایت وحفاظت اور ان سے اذیت وتکالیف کا دور کرنا، حکام پر واجب ہے۔

(ماخوذ: ملخص حقوق دعت الیہا الفطرۃ وقررتھا الشرعیۃ)

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام ہونے والا

انیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم ملتوی

کورونا کی وبا پر قابو پانے اور اس سے بچاؤ کے لیے حکومتی وطبی اور شرعی ہدایات پر عمل پیرا ہوں/اصغر علی امام مہدی سلفی

دہلی: ۱۵/جنوری ۲۰۲۲ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں کہا گیا ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام انیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم جس کے مورخہ ۵-۶/فروری ۲۰۲۲ء کو اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں منعقد ہونے کا اعلان جریدہ ترجمان، قومی اخبارات اور دیگر ذرائع سے کیا گیا تھا، اسے ملک میں کورونا اور اومیکرون وبا کی تشویش ناک صورت حال اور حکومتوں کی ہدایات کے پیش نظر تا اعلان ثانی افسوس کے ساتھ موخر کیا جاتا ہے۔ موقر ذمہ داران جمعیات ومدارس اور طلبہ عزیز براہ کرم اسے نوٹ کرلیں اور اپنے حلقہ احباب میں اس کا اعلان فرمادیں۔ اس مناسبت سے مرکزی جمعیت کی مجوزہ میٹنگ بھی نہیں ہوسکے گی۔ جن جمعیات اور مدارس اسلامیہ کے نمائندگان نے مسابقہ میں شرکت کے لیے عزم کرلیا تھا اور ٹکٹ بنوا لیا تھا اور مرکز کو اس کی اطلاع بھی دے دی تھی ان سے معذرت کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کیا گیا ہے کہ گو کہ ہم اس خیر سے سردست محروم ہو رہے ہیں لیکن ان شاء اللہ اس کے اجر وثواب سے محروم نہیں ہوں گے۔ حالات درست اور سازگار ہوتے ہی مسابقہ کی نئی تاریخ کا اعلان کردیا جائے گا۔

پریس ریلیز کے مطابق اس مناسبت سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے عوام وخواص سے اپیل کی ہے کہ کورونا کی وبا پر قابو پانے اور اس سے بچاؤ کے لیے تمام حکومتی وطبی ہدایات مثلا: ماسک لگانا، مطلوبہ دوری کا لحاظ رکھنا، صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا، اجتماعات اور بھیڑ بھاڑ کی جگہوں سے بچنا، گھر سے ضرورت کے تحت ہی نکلنا وغیرہ پر عمل پیرا ہوں۔ نیز اس مشکل حالت کو بھی مفید بناتے ہوئے تقریبات شادی وغیرہ کو سادگی اور اختصار کے ساتھ انجام دیں۔ مساجد ومنادر، دیگر عبادت گاہوں، مدارس وجامعات اور بھیڑ کی جگہوں میں بطور خاص متعلقہ ہدایات واصول کے پابند رہیں۔ غرباء ومساکین اور مدارس ومکاتب کی مدد کریں۔ جن باتوں کی شریعت میں بھی بڑی تاکید آئی ہے اور جن کی طرف جمعیات اور حکومتوں نے بارہا رہنمائی کی ہے۔ ان احتیاطات کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں آہ وزاری کریں، اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالی ملک وملت اور انسانیت کو اس وبا سے جلد از جلد نجات دے اور ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ اللہ تعالی آپ سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی میں تقریب یوم جمہوریہ کا انعقاد اور پرچم کشائی

نئی دہلی: ۲۷/جنوری ۲۰۲۲ء

آج ہم اپنے اسلاف کی عظیم قربانیوں کو یاد کرتے ہوئے ۷۳/واں یوم جمہوریہ منا رہے ہیں۔ جس نے ہم کو بلکہ ساری دنیا کو اس بات کا یقین دلایا ہے کہ بھارت ایک ذمہ دار ملک ہے اور بڑے اصولوں اور دستور کی بنیاد پر چلتا ہے اور اس میں یہ بھی سندیش اور پیغام ہے کہ ہم جس مہان دیش میں رہتے ہیں استعمار کے پنجۂ استبداد سے آزادی کے بعد ہم شتر بے مہار نہ ہوجائیں کہ کسی قانون وضابطہ کے پابند نہ ہوں اور ان فضاؤں میں اپنی لاٹھی اتنی نہ بھانجیں کہ دوسروں کی ناک بھی سلامت نہ رہ سکے۔ ہماری آزادی کا دائرہ کار وہیں تک محدود ہوگا جہاں سے دوسروں کی ناک اور ان کے حقوق متاثر نہ ہوتے ہوں۔ ہم نے اس کی تعمیر وترقی اور نعمت آزادی کی بقا وتحفظ کے لئے سر جوڑ کر اس کے آئین ودستور کو ترتیب دینے کی بڑی جاں گسل کوشش کی اور بڑے صبر وہمت اور علم ووسعت نظری کے ساتھ اس کو مدون کیا۔ جس میں ملک کے ہر طبقے کو یکساں حقوق اور مواقع کی ضمانت دی گئی ہے جو اس ملک کو خوب صورت بناتا اور اتحاد ویک جہتی کی زریں لڑی میں پروتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے کل مورخہ ۲۶/جنوری کو اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی میں واقع مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ میں قومی پرچم کشائی کے بعد تقریب میں موجود حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

امیر محترم نے کہا کہ آج کا دن ہمیں اپنے ان عظیم بزرگوں کی یاد دلاتا ہے

جنہوں نے آزادی وطن کی خاطر ہرطرح کی قربانیاں پیش کیں، بے خانماں برباد ہوئے اور تختہ دار کو گلے سے لگایا اور ہمیں ایسا جامع دستور وآئین دیا جس میں اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ دیش کے تمام باسی باہم ایک لڑی میں پروکر کے اپنے آپ کو آگے بڑھائیں، کچھ اس طریقہ سے زندگی گزاریں کہ رنگا رنگ تہذیبیں ایک خوشنما آئینہ خانہ نظر آئیں اور مختلف دھرم، مذہب وہاں ہو اور رنگ ونسل ورنگ کے لوگ ایسے لگیں کہ سب ایک دیش کے باشندے ہیں اور ایک مقصد کے تحت سب آگے بڑھ رہے ہیں، جس سے دیش ترقی کرے اور دیش باسی پوری آزادی، پورے امن، پوری قومی یکجہتی اور بھرپور رواداری کے ساتھ ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ اس طریقے سے آگے بڑھیں کہ دیش ترقی کی آخری منزلوں تک پہنچے۔

امیر محترم نے کہا کہ آج ہر ہندستانی بے حد خوش ہے اور اس اہم موقع سے آزادی کا جھنڈا لہرا کر آزادی کے دنوں کو یاد کرتا ہے اور خاص طور پر اس عظیم دن کو جس میں ہمارا سمویدھان صحیح طریقے سے پاس ہوا تھا۔ یوم آزادی سب کو مبارک ہو۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی جل شانہ وطن عزیز کو ہمہ جہت ترقی کے بام عروج پر پہنچائے، یہاں امن وشانتی اور روایتی قومی یک جہتی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور کثرت میں وحدت کی روح برقرار رہے۔ اور ہم نعمت آزادی سے ہمیشہ شاد کار رہیں۔ ہم ایک بار پھر تمام دیش واسیوں کو بہت بہت دھنیہ واد کہتے ہیں بہت زیادہ مبارکباد دیتے ہیں اور شبھ کاماؤں اور بہت ساری نیک تمناؤں اور خواہشات کا اظہار کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ اس موقع پر امیر محترم کے ہاتھوں پرچم کشائی کے بعد قومی ترانہ اور راشٹریہ گان بھی پڑھا گیا۔ اور کووڈ ہدایات اور سماجی دوری کا خاص خیال رکھا گیا۔ شرکاء میں مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، مفتی جمیل احمد مدنی استاذ المعھد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

انتخاب جدید ضلعی جمعیت اہلحدیث سپول، بہار: ضلعی جمعیت اہلحدیث سپول بہار کی پانچویں میقات کی تکمیل کے بعد چھٹی میقات کی تشکیل نو کے لیے بتاریخ ۱۶/جنوری ۲۰۲۲ء بروز اتوار بوقت دس بجے دن بمقام جامعہ سلفیہ مفتاح العلوم بیریا کمال سپول بہار زیر صدارت امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول مولانا اکرام الحق مفتاحی صاحب ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول کی مجلس شوریٰ کی انتخابی مجلس منعقد ہوئی جس میں مولانا محمد علی مدنی صاحب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار اور مولانا انعام الحق مدنی صاحب ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار بحیثیت صوبائی مشاہد شریک ہوئے۔

مولانا محمد موسیٰ مفتاحی صاحب، مولانا کمال الدین سنابلی صاحب، مولانا عبدالمعید سلفی صاحب پر مشتمل سہ رکنی انتخابی بورڈ کی تشکیل ہوئی جس نے انتخابی عمل کو بحسن وخوبی پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ انتخابی بورڈ کی نگرانی میں مولانا اکرام الحق صاحب امیر، مولانا داؤد اسلامی صاحب ناظم اور عبداللہ اسحاق ندوی صاحب ناظم مالیات منتخب کئے گئے۔

انتخابی عمل کے بعد مولانا صالح المدنی صاحب ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث ارریہ، مولانا نذرالابرار المدنی صاحب نائب امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث ارریہ، مولانا فیروز عالم ندوی صاحب نے قیمتی آراء و تاثرات پیش کیے۔ اور مولانا انعام الحق مدنی صاحب ناظم اعلی صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار وفضیلۃ الشیخ مولانا محمد علی مدنی صاحب حفظہما اللہ ورعاہما کے تاثرات اور ناصحانہ کلمات اور حاضرین ومشارکین کے شکریہ کے ساتھ مجلس کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔ ماشاء اللہ یہ انتخاب بیلٹ پیپر پر ہوا اور منتخب ہونے والے حضرات کثرت ووٹ سے کامیاب ہوئے۔ اس طرح یہ انتخاب دستوری نہج پر نہایت پرسکون اور شفافیت کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ انتخابی عمل کا آغاز مولانا مسعود عالم اثری کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جبکہ مولانا اکرام الحق مفتاحی صاحب نے ہدیہ تشکر اور افتتاحی کلمات پیش کئے اور مولانا داؤد اسلامی نے پانچ سالہ جماعتی رپورٹ پیش کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ احباب جمعیت کو تندہی و نیک نیتی کے ساتھ دعوتی عمل کو انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

(رپورٹ: محمد داؤد اسلامی، ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول، بہار)

دہلی کے معروف مخیر ومحسن جماعت جناب اسرار احمد بٹلہ صاحب کا سانحہ ارتحال:

یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ دہلی کے معروف مخیرّ ومحسن جماعت، حافظ محمد یوسف صاحب چھمہ نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے برادر نسبتی اور جناب اسعد یحییٰ چھابڑا صاحب کے سمدھی جناب اسرار احمد بٹلہ صاحب کا لیور کینسر کی وجہ سے آج بتاریخ 19 / جنوری 2022ء کو بعد نماز ظہر دہلی میں بعمر تقریباً 70 سال انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جناب اسرار احمد بٹلہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نے کئی مسجدیں بنوائیں۔ آپ مدارس ومساجد کی دل کھول کر مدد کرتے تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے بہی خواہ تھے اور اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی کی جامع مسجد میں عموماً جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے۔ ان کا سانحہ ارتحال جماعت کا ایک عظیم خسارہ ہے۔ آج ہی بعد نماز مغرب مسجد غفار، پہلوان چوک، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی میں اور ساڑھے آٹھ بجے شب کو شیدی پورہ قبرستان میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پسماندگان میں تین صاحبزادے جناب انس یوسف بٹلہ صاحب، جناب سعد احمد بٹلہ صاحب اور جناب نبیل احمد بٹلہ صاحب، دو چھوٹے بھائی ہمدرد جمعیت جناب جاوید احمد بٹلہ صاحب اور جناب شکیل احمد بٹلہ صاحب اور متعدد پوتے پوتیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین (شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

جماعتی خبریں

وفات حسرت آیات: افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ عالی جناب بھائی شریف قریشی صاحب محلہ نیاریان دہلی سابق کارکن وسابق منیجر مکتبہ ترجمان کا 13 جنوری 2022 کو انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجون۔

وہ ایک علم دوست آدمی تھے۔ توحید وکتاب وسنت پر مبنی کتابوں کی نشر واشاعت کے بڑے حریص تھے اور اس سلسلے میں ان کی معلومات کا دائرہ وسیع تھا۔ اس حوالے سے وہ خیر خواہی وبہی خواہی کا حق ادا کرتے تھے اور بڑے پیار اور احترام سے ملتے تھے۔ افسوس کہ ادھر بہت دنوں سے ملاقات نہ ہوسکی اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے، تمام چھوٹی بڑی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے، نیز مرحوم کے تمام پسماندگان اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

جماعت کے معروف عالم دین مولانا قمر سبحانی

صاحب کے جواں سال بیٹے ڈاکٹر فیصل سبحانی کا سانحہ ارتحال:

یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مدرسہ دار التکمیل چندوارہ، مظفر پور، بہار کے استاد اور صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کے رکن عاملہ جماعت اہل حدیث کے معروف عالم دین مولانا قمر سبحانی صاحب کے جواں سال اور ہونہار صاحبزادے ڈاکٹر فیصل سبحانی کا آج بتاریخ 25/جنوری 2022ء کو تقریباً شام 5/ بجے اچانک حرکت قلب بند ہوجانے سے دہلی میں بعمر تقریباً 35/سال انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون.

عزیزم ڈاکٹر فیصل سبحانی نہایت خلیق وملنسار اور دینی و جماعتی جذبے سے سرشار تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسوں میں کمیٹی برائے طبی خدمات کے رکن رکین رہتے تھے۔ جامعہ ہمدرد سے بی یو ایم ایس کرنے کے بعد دہلی کے بٹلہ ہاؤس علاقہ میں اپنا مطب چلاتے تھے۔ آج مطب میں ہی میں اچانک سانس کی تکلیف شروع ہوئی پھر جانبر نہ ہوسکے۔ ان کی نعش بذریعہ ایمبولینس آبائی وطن مظفر پور، بہار لے جائی گئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں والدین، اہلیہ، ایک دوسالہ معصوم بچہ، پانچ بھائی اور دو بہنیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، خدمات کوشرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور جملہ پسماندگان و متعلقین کوصبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین (شریک غم: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی کے آفس سکریٹری جناب محمد یسین مرومکر کا انتقال پر ملال: نہایت رنج وافسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی کے آفس سکریٹری جناب محمد یسین معین الدین مرومکر صاحب کا مورخہ ۲۰/جنوری ۲۰۲۲ء کو بوقت سوا دو بجے دن طویل علالت کے بعد بعمر ۶۵ سال بھیونڈی کے ھدی نرسنگ ہوم میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم نہایت خلیق وملنسار، متدین اور دینی و جماعتی جذبے سے سرشار تھے۔ علماء کے قدردان تھے۔ جماعت کے ذمہ داران اور مدارس وجامعات کے اساتذہ وسفراء کی بڑی خدمت ورہنمائی کرتے تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کاز سے قلبی لگاؤ رکھتے تھے اور جمعیت کے مندوبین کا بڑی خوش دلی سے استقبال کرتے تھے۔ ماہ رمضان میں بعض محسنین کا تعاون بھی جمع کرتے تھے۔ انہوں نے اکتالیس سالوں تک جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی میں بحیثیت آفس سکریٹری بڑی کامیابی وسرخروئی کے ساتھ خدمات انجام دیں۔ ایک سال قبل لیور کینسر میں مبتلا ہوئے تھے تب سے علیل ہی رہتے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں۔ تدفین اسی دن بعد نماز عشاء ساڑھے نو بجے آبائی گاؤں تلولی پرگار، تھانہ مہاراشٹر میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔ خدمات کوقبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، پسماندگان کوصبر جمیل کی توفیق بخشے اور جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی کوان کانعم البدل عطا فرمائے۔ قارئین سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے محمد یسین مرومکر صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کے پسماندگان سے دلی تعزیت کرتے ہوئے ان کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی ہے۔ اور ایک نیک دل ہمدرد جمعیت وجماعت کے رخصت ہوجانے کوایک بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خلاء کو پر فرمائے۔ آمین

امیر محترم سمیت تمام متعلقین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہندان کے اہل خانہ اور جمعیت اہل حدیث بھیونڈی خصوصاً امیر محترم جناب عبدالحمید خان صاحب، ناظم مولانا مطیع الحق سلفی صاحب وغیرہ کے غم میں شریک ہیں۔ (شریک غم: ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی، دہلی)

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	40/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	188/-

گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے
اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنو نوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند و دیگر ذمہ داران

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292